رفع حجاب عن سنت الیاس

مروجہ دعوت تبلیغ قرآن سنت کے آئینے میں

قاری ابومحمد دیوبندی

عرض ناشر

اللہ جل جلالہ کا نظر کرم جب کسی بندے پر جلوہ افروز ہو جائے تو اس کی نصیب جاگ اُٹھتی ہے۔ پھر کسی ظاہری سبب کے بغیر بھی بندہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو کر منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ بسبب اس نظر کرم کے بڑے بڑے کفار و مشرکین وقت کے بڑے مقتدا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنے۔

بعض جو بدنصیب ہوئے تو سردار الانبیاء کے مجلس کے اندر بھی منافق ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ کے نظر کرم سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوئے۔

ہم اپنے رب ذوالجلال سے اس کرم نوازی اور نظر کرم کی دعائیں کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عمر ابن الخطاب عمر فاروق رضی اللہ عنہ بنا۔

بلال حبشی سے سیدنا بلال حبشی موذن رسول اللہ بنا۔ کہ ہم پر ایسی کرم نظر فرمائے جس کی وجہ سے حق، حق دیکھائی دے اگر چہ دُنیا کے نظروں میں بُرا نظر آئے اور باطل باطل ہی نظر آئے اگر چہ ساری دُنیا کو خوبصورت دیکھائی دے۔ اور پھر حق کو حق ثابت کرنے کے لیے کوشش نصیب فرمائے اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لیے کوششیں نصیب فرما کر کہ قبولیت کے درجے میں داخل فرمائے۔

فتنوں کے اس تاریک دور میں اپنے ایمان کی حفاظت ایک عظیم سرمایہ ہے کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام نے آخر زمانے کے بارے میں یہی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ صبح کو لوگ مومن رات کو کافر، رات کو مؤمن، صبح کو کافر ہونگے یعنی ایمان کا سودا سب سے ارزاں سودا

ہوگا۔

ہم کو اس وقت اس کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ اس لیے کہ انگریز کے آمد کے بعد ہندوستان میں جو اسلام کی شکل مسخ ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں اور پھر انگریزوں کے جانے کے وقت جو فرقے مسلمانوں کے اندر بنے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہم نے اس کتاب میں ایک ایسے گروہ کا ذکر کیا ہے۔ جس کا ظاہر بہت انتہائی صالح ہے اور اس کا اصل انتہائی تباہ کن ہے۔ اس گروہ پر اور بھی کتابیں لکھی گئی ہیں اور ہم نے بھی ایک طالبعلمانہ کوشش کی تا کہ مسلمان فتنوں سے بچ جائے۔ اس گروہ کا تعلق اہل حق جماعت اہلسنت والجماعت دیوبند سے ہے۔ اس کے متعلق جو تحقیقات کی گئیں ہیں وہ صرف ہماری ایک انتہائی کوشش ہے لیکن اس انسانی کوشش کو ہم نے اہلسنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ ان شاء اللہ اس دور میں حق کامل درجے پر ہوگا۔ ہماری اس کتاب کو عقیدت کی عینک اُتار کر پڑھے۔ دلائل پر پورا اُترے، پڑھے اور عمل کرے، دلائل میں کمی اور کمزوری پائے تو اصلاح کرے یا پھر کتاب کو ایک طرف رکھے۔

علماء سے گذارش ہے کہ اس کتاب پر تحقیق کرے کیونکہ یہ ایک طالبعلمانہ کوشش ہے ٹھیک ہو تو ٹھیک غلط ہو تو اصلاح کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{آغاز کتاب}

الحمدُ للہ و کفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد
روئے زمین کے اس پُرفتن دور میں اسلام اور مسلمانوں پر ہر طرف سے یلغار ہے۔اس یلغار میں کفار، مشرکین کے ساتھ منافقین وقت بھی پیش پیش ہیں۔کہیں مسلمانوں پر بمباری کی جاتی ہے کہیں مسلمان پابند سلاسل یا پھر خفیہ طریقے سے ختم کیے جاتے ہیں۔

اسی فتنوں میں ایک عظیم فتنہ جو ہمیشہ کے لیے یہود و نصریٰ کی طرف سے چلی ہے وہ کفر اور بدعت کو اسلام کا لبادہ پہنا کر مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔کفار کی طرف سے اسلام کے ختم کرنے کے لیے جتنے منصوبے بنائے گئے۔ان سارے منصوبوں میں سب سے زیادہ کارگر منصوبہ اسلام کے لباس میں کفر، شرک اور بدعت ہے۔یہ بات مسلّم حقیقت ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اپنوں کے لباس میں پہنچایا گیا۔

اسلام کی ابتدائی دور میں جتنے غزوات ہوئے اُس کا ایک بڑا سبب منافقین کی روش تھا۔یقیناً اسلام کے لباس میں کفر اور بدعت ایک عظیم ترین فتنہ ہے۔

اکثر و بیشتر فتنوں کا ذکر تاریخ اسلام میں موجود ہے۔ہر دور کے عبد اللہ بن ابی ابن سلول موجود رہیں گے اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتے رہیں گے۔

ہم آج اس کتاب میں ایک ایسے گروہ باطلہ کے بابت لکھیں گے جو لوگوں کے نظروں میں انتہائی نیک صالح اور حق جماعت معلوم ہوتی ہیں۔اس جماعت نے جس طرز پر دعوٰیِ حقانیت

کی ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملے گی۔

یہ جماعت کیوں بنی اور کس نے بنائی؟ ہم اس کتاب میں ایسے دوسرے سارے سوالات کے جوابات لکھیں گے۔ اور کوشش کرینگے کہ ایسے دلائل پیش کریں کہ ناظرین کو اچھی اور اُن کے اعتماد پر پوری اُتر سکے۔

ہندوستان میں انگریز کے آمد کے بعد یہاں اسلام کا نقشہ تبدیل ہوتا گیا۔ ہندوستان جہاں 800 سال تک مسلمانوں کی حکمرانی رہی تھی مسلمان رو بہ زوال ہونے لگے۔ اسلام اور مسلمان کا اصل روح مسخ ہونے لگا یہاں تک کہ انگریزوں کے زیرِ سایہ مسلمانوں کے اندر اتنے فرقے بنے جن کا گننا مشکل ہو گیا۔

انگریزوں نے مسلمانوں کی اسلامیت کو مسخ کرنے کے لیے اتنا زور کیوں دیا کیونکہ حکمرانی کے مدِ مقابل صرف یہی مسلمان تھے اب مسلمانوں کی شانِ وشوکت ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے اسلام کی روح کو مسخ کرنا تھا۔

جو انگریز کے مشن (منصوبے) کا اولین اور آخرین حصہ تھا۔ اسی سبب سے فرقے بنے۔ پرویزی، قادیانی، لاھوری، چکڑالوی، بریلوی، ذکری، فکری، تبلیغی وغیرہ وغیرہ۔ لاتعداد فرقے بنے۔ جن کا اصل سبب اسلام کی روح اور حقیقت کو مسخ کرنا تھا۔ ہم اس کتاب میں صرف ایک گروہ کی ذکر دلائل کے ساتھ کرینگے جو انگریزوں کے زیرِ سایہ بنی ہوئی ہے۔

وہ فرقہ اور گروہ تبلیغی گروہ کی جماعت کی ہے۔ یہ جماعت حق جماعت پر معروف اور مشہور ہے۔ اپنے آپ کو دیوبندی ظاہر کر کے اسلام کی اصل شکل کو مسخ کرنے کی کوشش اور محنت کرتے ہیں۔

ہم اس جماعت کی ابتدائی دور کا تذکرہ کرینگے کہ یہ محنت کس نے اور کہاں سے شروع کی اور اس کے معاونین کون لوگ تھے؟

اس جماعت کے فضائل میں لکھی ہوئی کتابوں سے ہم استفادہ کرینگے اور اس کام کی تاریخ ہم اس جماعت کی اپنی ہی کتابوں سے لکھیں گے۔

کسی قسم کی بغض وعناد نہ ہمارے اندر ہیں نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ کام اسلام کے علاوہ کسی کے مخالفت میں کام نہیں کر رہا۔ ہر فرقے والے، ہر قوم والے اس کام والوں کی عزت و احترام کرتے ہیں۔

آج کے تمام کفر اس کام والوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو ہم سے اس گروہ والوں نے کوئی چیز (عزت، دولت وغیرہ) غصب نہیں کی ہیں جس کی بدولت ہم اس کی بے جا مخالفت کریں۔ اس گروہ کے ظاہری اعمال اور مخصوص عقائد کے علاوہ تمام تر عقائد ہماری طرح ہیں یعنی ایک ہی برابر ہیں۔ تو مخالفت اور بغض وعناد کی وجہ کوئی جماعت بندی نہیں بلکہ اسلام میں ایک نئی تبدیلی لانے کی وجہ سے ہے۔

دعوتی کام کی ابتدائی تاریخ:

حضرت مولٰنا الیاس صاحب اس کام کے بانی ہیں لیکن اس کام کی ابتدائی تاریخ کچھ اس طرح ہے۔

ص ۴۲ تبلیغ بالیقین کا ذِنبوت ہے۔

مولانا اسمٰعیل صاحب جو مولانا الیاس صاحب کا والد محترم تھا۔ جھنجھانہ میں رہتا تھا۔ جو اُس وقت علمی مرکز تھا۔ وہاں مولانا صاحب مستجات الدعوات ہونے پر مشہور ہوئے اور ساتھ ساتھ دم اور دُعا کے لیے لوگوں کا آنا شروع ہوا۔

لوگوں سے تنگ آکر آپ صاحب بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور غیاث پودہ پہنچے۔ جو مرزا الٰہی بخش کا بنگلہ، جائیدادا اور ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔

مرزا الٰہی بخش کون تھا؟ مسلمان کے لباس میں ایک انگریز تھا۔ اُس کی تعریف اور تاریخ، تاریخ ہند میں موجود ہے۔ انگریزوں کی خوشنودی کے لیے اُس نے کتنے مسلمانوں کا خون کیا اور بھیڑیے کی طرح جب بوڑھا ہوا تو کس طرح اُس نے انگریز کی نمک حلالی کا حق ادا کیا اور واقعی اُس کی محنت اور انگریزوں کی مہربانی سے ایک ایسی جماعت وجود میں آئی جس نے اسلام کی سربلندی کو زمین بوس کر دیا اور رہی سہی کسر کو پورا کر کے اس کام کو دنیا میں چالو کر دیا۔

مرزا الٰہی بخش کا بنگلہ جنگل نما باغ اور ایک چھوٹی سی مسجد انگریزوں نے وفاداری کے صلہ میں دی تھی۔ اُس وقت وہ پنشن ہوا تھا۔ تقریباً 22 ہزار سالانہ پنشن ملتی تھی جو آج کل کے حساب سے لاکھوں روپے کے بنتی ہے۔ 32,30 روپے ماہانہ تنخواہ پر لوگ کام کرتے تھے۔ اور اس صاحب کی 22 ہزار پنشن تھی۔

اب مولانا اسماعیل صاحب بغیر کسی منصوبہ سازی کے جھنجھانہ سے بھاگتے بھاگتے اچانک اس بنگلہ والی مسجد میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر یہاں باجماعت نماز کے لیے راستے میں انتظار کرتے ہیں۔ جو میوات سے دہلی کی طرف جاتی ہے۔ وہاں کھڑے ہو کر اُس کے ساتھ چند مزدور مسلمان ملتے ہیں۔ اُن کو مسجد میں لاتے ہیں۔ وضو کا طریقہ سکھاتے ہیں اور نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔ پھر دن بھر یہ کام کر کے عشاء کی نماز کے بعد دو روپیہ مزدوری کا دیتے ہیں اور مزدور حیران رہ جاتے ہیں کہ دہلی میں ایک روپیہ یومیہ ہے اور یہ دو روپیہ یومیہ بغیر کسی مزدوری کے دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ شروع ہو کر آگے بڑھتا ہے اور چند سال کے بعد مولانا اسماعیل صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے۔

پھر مولانا صاحب کا بڑا بیٹا مولانا محمد صاحب اُس کی جگہ امامت کرتا ہے لیکن جلد وہ بھی چل بستا ہے۔ اب آخر میں مولانا الیاس صاحب (بانی تبلیغ) اس مسجد کا امام بنتا ہے۔

یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ کیسے مولانا اسماعیل صاحب نے جھنجھانہ چھوڑ کر کیسے ایسے غیر آباد اور غیر معروف وطن میں ڈیرے ڈالے۔ بندے کو شک میں ڈالتا ہے کہ جھنجھانہ میں مستجاب الدعوات ہونے کی وجہ سے بھاگ آیا یعنی لوگوں سے بھاگتے ہوئے لوگوں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ جماعت کی نماز کے لیے لوگوں کے پیچھے بھاگنے لگے یقیناً حیران کن بات ہے۔ پھر لوگوں کو لے آنا اور یومیہ مزدوری پر اپنے ساتھ مسجد میں رکنا، کھلانا پلانا، مزدوری دینا۔ کھلانے پلانے اور مزدوری دینے میں مرزا صاحب پیش پیش تھے۔ بنگلہ والی مسجد دہلی، دیوبند، جھنجھانہ، تھانہ بون وغیرہ سے دور ایک غیر آباد اور غیر معروف جگہ میں تھا جہاں علماء کے نظروں سے پوشیدہ طور پر یہ کام شروع کیا گیا۔

کیونکہ ابتدائی وقت میں ہر تحریک کا شروع کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ محنت کرنے والا کمزور ہوتا ہے اور منع کرنے والے مضبوط لیکن جب تحریک تھوڑی مضبوط ہوتی ہے تب وہ شہروں اور آباد جگہوں کو نکلتی ہے۔ اسی طرح یہ تحریک پہلے پہلے میوات کے جہلاء اور غیر معروف جگہ میں شروع ہوا نہ کوئی تنقید نہ کوئی اختلاف لیکن جب آہستہ آہستہ یہ کام معروف ہونے لگا۔ تب اس کام پر علماء حق نے اعتراضات شروع کیے۔ لیکن اب یہ تحریک ایک اسلامی اور نظریاتی تحریک بن چکا تھا۔ بہت سے علماء حق سادگی یا ناواقفی کی وجہ سے اس میں پھنس چکے تھے۔ اعتراضوں کا جب سلسلہ شروع ہوا تو شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ صاحب نے ایک کتاب لکھی۔ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات اس کتاب میں سوالات کی تفصیل نہیں ہے۔ صرف جوابات لکھے گئے ہیں۔ اگرچہ اُصول یہ ہے کہ پہلے سوالات لکھے جاتے ہیں پھر جوابات دیئے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ شیخ صاحب کی اپنی بصیرت لیکن اکثر علماء نے اس محنت کے چند برکات کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور اس کام کے نقصانات پر بالکل نہیں سوچا اکثر علماء جو اس کام کے خلاف تھے اکثر اُس کے ساتھ یا وسائل نہ تھے یا بعض علماء حق کی شمولیت کی وجہ سے خاموش ہو گئے

پھر آج کی طرح یا خاص طور پر اس وقت اس کام کو نہ اتنا عموم حاصل تھا اور نہ یہ کام اتنا مقصود تھا۔ پھر اُس علماء کی اعتراضات پر کسی نے کان نہیں دھرا۔ بہر حال ہم اب بانی تبلیغ مولانا الیاس صاحب کی حالات کا تذکرہ کریں گے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کے حالات زندگی:

حضرت مولانا صاحب ابتدائی عمر سے نحیف اور لاغر تھے۔ آپ صاحب کو سر درد رہتا تھا حتیٰ کہ بعض دفعہ دو، دو یا تین تین دن سر درد رہتا تھا۔ کبھی کبھی سر درد کی وجہ سے بیہوش ہو جاتے تھے۔ گنگوہ میں ایک دفعہ طبیعت اتنی خراب ہو گئی کہ سر جھکانا بھی طبیب نے منع کیا تھا۔

اور آپ تکیہ پر بھی سجدہ نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی طبعی حالات اتنی خراب تھی کہ آپ نے سبق چھوڑ دیا۔ (چند سالوں بعد دورہ حدیث کر کے عالم کا خطاب حاصل کیا)۔ ایک دفعہ ایک بیماری کی وجہ سے طبیب نے 7 سال آپ پر پانی بند کیا۔ آپ نے 7 سال پانی نہ پیا۔ اس کے بعد 5 سال آپ نے برائے نام پانی پیا۔

(کتاب تبلیغ بالیقین کا رنبوت ہے)

ص نمبر ۲۷،۲۸،۲۹

طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے راتوں کو نیند نہ آتی تھی وجود بیماریوں کا منبع تھا۔ آخر کار اُس کا وزن سلیم طبع انسان سے کم ہو کر 30 کلو رہ گیا (جو کسی سلیم طبع انسان کا نہیں ہو سکتا)۔

خود لکھتے ہیں کہ ”جسم کی لاغری اور قوی کمزوری کے باوجود اتنا عظیم الشان اور حیرت انگیز کام کرادیا جو اُن کی جسمانی حالت سے ذرا بھی مطابقت نہیں رکھتا ہے۔

(اقتباس تبلیغ بالیقین صفحہ ۲۹)

خصوصی معاون حاجی عبد الرحمن اتاوڑ (میوات) کے ایک غیر مسلم بنیا گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ مولانا اُس کے بارے میں فرماتے کہ یہ میرے کام کے روح رواں ہے۔ اس کم علمی،

کم خوابی، کمزور جسمی کے ساتھ ایک ایسے وقت میں جو جنگوں کا زمانہ تھا ہر طرف سے مسلمانوں پر انگریزوں کی طرف سے یلغار تھا ایک ایسے کام کو شروع کرنا کہ اُس کام کے بانی صرف آپ ہی ہیں۔ بانی کیوں کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کی بنیادیں موجود نہیں تھیں۔ معمر یعنی تعمیر کرنے والا یا مرمت کرنے والا نہیں بلکہ بانی ہے۔ جب بانی تبلیغ مولانا خود ہیں تو کام کیونکر ثابت ہے کہ یہ انبیاء علیہ السلام کا کام ہے۔

حضرت صاحب کے زبان میں لکنت، وزن 30 کلو، بالکل اَن پڑھ، لکھنا بالکل نہیں جانتے تھے، تقریر کرنے کی مہارت سے محروم، سر درد کی وجہ سے پورا پورا دن بیہوش ہو جاتا۔ حتیٰ کہ لوگ سمجھتے کہ مر گئے۔ لیکن پھر بچ گئے۔ اکثر اوقات آپ صاحب چُپ رہا کرتے۔

کام کرنے کا ماحول:

جس ماحول میں حضرت صاحب نے کام شروع کیا تھا وہاں مرزا الٰہی بخش اور اُس کے معاونین آپ کے ساتھ اس کام میں پیش پیش تھے۔ عبد الرحمن نامی شخص اور میواتیوں کا علماء و صلحاء سے خالی علاقہ علماء اور علمی مراکز وں سے دور یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو عقل مند کے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے اتفاقیہ نہیں بلکہ یہ ہاتھوں سے بنے ہوئے منصوبے تھے جو آخر کار کارگر ثابت ہوئے۔

جناب مولانا صاحب سے کام لیا گیا اور واقعی ان منصوبہ بندی والوں کو ایسی ہی شخصیت اور ماحول کی ضرورت تھی۔ باقی یہ کام تو انگریز کی منصوبہ کی وجہ سے شروع ہوئی اس وجہ سے در پردہ حکومت وقت کی معاونت شامل حال تھی اور رہے گا۔

حجاز مقدس میں کام شروع کرنے کی ناکام کوشش:

جناب مولانا صاحب نے 30 آدمیوں پر مشتمل (جسمیں اکثر علماء تھے) ایک جماعت حجاز مقدس لے گئے وہاں پر اس کام کی نوعیت علماء کے سامنے پیش کی لیکن وہاں کے علماء نے یہ کام بالکل رد کیا اور وہاں پر ایک شخص چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے۔

(اقتباس ص ۶۱)

اسی طرح حجاز مقدس اس باطل فرقے سے بچ گیا۔ لیکن آپ صاحبان ایک نئے عزم کے ساتھ ہندوستان واپس آ گئے اور کام کی نوعیت اور طریقہ کار وضع کر کے شروع کیا۔ یہ اس کام کے اور اس کام کے کرنے والے کے کچھ مختصر ترین حالات تھے جو اُس کے اپنی کتاب ''تبلیغ بالیقین کار نبوت ہے'' سے لیے گئے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے اس کتاب کا یا دیگر تبلیغی کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

دعوتی کام کا طریقہ کار:

ابتدائی دور میں 60 نمبرز تھے لیکن بعد میں گھٹاتے گھٹاتے 6 نمبروں کو لے آئے۔

(اقتباس ''تبلیغ بالیقین کارِ نبوت ہے)

یہ ساٹھ نمبر اور پھر چھ نمبر خود ساختہ طریقہ کار میں کسی ولی، غوث کتب عالم حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد بھی کسی شخص کو دین کے نمبرز کو گھٹانے اور بڑھانے کا کوئی اختیار نہیں ہے یہ گھٹانے اور بڑھانے کا دین کچھ اور منصوبہ تھا۔

اپنی طرف سے چند باتوں کو دین سے مختص کرنا اور پھر اس کی ورد کر کے پوری دین سے لوگوں کو بے بہرا رکھنا، پھر ان چھ نمبروں میں اصلی مقصدی نمبر دعوت تبلیغ والا نمبر ہے اسی محنت کے لیے خود نکلنا اور لوگوں کی منت سماجت کرنا، یہ اس کام کی روح رواں ہے۔ یہ کام مولانا الیاس کی سنت (طریقہ) ہے یہ اقرار خود کرتے ہیں لیکن یہ لوگ اس کام کو انبیاء علیہ السلام کا کام سمجھ کر اور بول کر کرتے ہیں۔ اس کام کا اصل روح رواں دعوت ہے۔ دعوت دینا اور اپنی مدعا سنانا اس کام کا اوڑھنا اور بچھونا ہے۔ جو بھی نکلتا ہے وہ کچھ بھی نہ بنے لیکن داعی الی التبلیغ ضرور بنے گا۔

کے بعد وجود میں آیا۔

اس مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام 1000 سال پہلے زندہ تھا لیکن پھر مردہ ہو کر آج مولانا الیاس صاحب کی بدولت زندہ ہو گیا یعنی یہ کام خیر القرون سے ثابت کرتے ہیں۔ لیکن الحمدللہ کہ اس کے رد میں یہ لوگ خود آگے لکھتے ہیں کہ (اقتباس 194)

مولانا الیاس صاحب نے خواب میں زیارت رسول اللہ ﷺ کیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا الیاس جا کر میواتیوں میں اور غریبوں کی کنڈی کھٹکھٹا کر کام کر ان شاء اللہ پوری اُمت اس کام میں لگ جائے گی الیاس تیری یہ سنت تیرا یہ طریقہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جاری ہے یا نہیں؟

اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کام مولانا صاحب کی سنت ہے یعنی اس کام کو ہم الیاسی سنت کہہ سکتے ہیں۔ اب اس تضادات کا کیا کیا جائے کہ ایک طرف یہ نبی علیہ السلام کی سنت ہے اور دوسری طرف یہ الیاسی سنت ہے خیر القرون سے لے کر 1922 تک اس طرز پر ایسی محنت اور ایسی دعوت نہ کسی نے چلائی ہے اور نہ ثابت ہے کوئی عمل کوئی قول ثابت نہیں کر سکتا اور پھر ہمارے بڑے بڑے مشائخ جو دین اسلام کے پروانے تھے جو ہندوستان کے بہت بڑے معروف اور مشہور علماء اور مشائخ تھے کسی ایک نے بھی اس میں وقت نہیں لگایا اکثر علماء نے اس کام کو شک کی نظروں سے دیکھا لیکن اس میں لگے ہوئے بعض نئے اور غیر معروف علماء کی وجہ سے سکوت اختیار کیا اُس سکوت کی وجہ خیانت نہ تھی بلکہ اس جماعت کی اصل شکل وصورت اور مقصود واضح نہ تھا جس کی وجہ سے علماء حق تردد کا شکار ہو کر بات کو ٹالتے تھے اور اگر کبھی کبھار خلاف شرع باتیں سنتے پھر بھی سمجھتے کہ یہ اس کی ذاتی سوچ اور رائے ہو گی اس وجہ سے درگزر فرماتے۔

اس دعوتی کام کو تبلیغ والے جہاد ثابت کرتے ہیں اور اس لیے یہ اپنے کتابوں میں یوں دلائل دیتے ہیں۔

جہاد کے شرعی مفہوم میں وسعت وعموم ہے۔ ص (520)

جو آیات اپنی کتاب میں پیش کی ہیں وہ پیش خدمت ہے۔

نمبر 1	وجاھدو فی اللہ حق جہادہٖO	مکی آیت
نمبر 2	وجاھدھم بہ جہاداً کبیرا	مکی آیت
نمبر 3	والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا	مکی آیت

ان تینوں آیتوں پر دلائل کے وہ انبار لگائے ہیں جس کا اندازہ کتاب کے دیکھنے سے ہوگا۔ ہمارے لکھنے کے بس سے باہر ہے۔ اس لیے بہت سے دلائل دیئے ہیں تاکہ جہاد فی سبیل اللہ میں عموم آجائے۔

احادیث سے عنوان ''جہاد'' کا وسیع المفہوم ثابت ہے۔

حدیث نمبر 1 حق گوئی جہاد ہے۔ (اقتباس ص ۵۲۷)

حدیث نمبر 2 ماں باپ کی خدمت کرنا جہاد ہے۔

حدیث نمبر 3 اصلاح نفس جہاد ہے۔

حدیث نمبر 4 خواہشات نفس کی مخالفت جہاد اکبر ہے۔

یہ جہاد اکبر والی حدیث کا ترجمہ اور اس پر بات کرینگے

ترجمہ: تم لوگ خوب واپس آئے۔ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف یعنی اپنے نفس کی خواہشات بیجا کے مقابلے کا جہاد اب بھی جاری ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی خواہشات بیجا کا مقابلہ کرنا صرف جہاد نہیں بلکہ جہاد اکبر ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے قتال کفار کے ساتھ ساتھ لفظ جہاد کوئی اور معانی میں بھی استعمال فرمایا ہے اور یہ سب معانی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد ہے۔

لہٰذا قتال کفار، دعوت وتبلیغ، مقابلہ نفس شیطانی خواہشات نفس کا مقابلہ، دفاع منافقین وغیرہ یہ سب شرعی جہاد ہیں۔ (اقتباس کتاب کارنبوت ص:530)

تبصرہ:

تبلیغ بالیقین کارنبوت کے مصنف مولانا محمد احمد صاحب نے بالخصوص جہاد فی سبیل اللہ کو جس عموم میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ ہر بندے کا کام نہیں ہے۔ یقیناً اُس کی یہ کوشش اور محنت اور دلائل بہت اچھے اور قدر والی ہے۔لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ جہاد قتال کے لیے اتنے زیادہ مدنی سورتیں اور آیاتیں موجود ہیں کہ ضرورت نہیں پڑتی کہ کسی مکی سورتوں سے یہ تین آیتیں لے لیں۔ کیونکہ مکی سورتوں میں جہاد کی ذکر نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ کوشش کے زمرے میں ہی آئے گا کیونکہ اُس میں جہاد کی کوئی صورت ثابت نہیں ہے۔تو جہاد کے لیے سینکڑوں قرآن کی مدنی آیتوں کو چھوڑ کر صرف تین مکی آیتوں پر بحث کر کے جہاد کی عمومیت کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا چہ معنیٰ دارداور جہاد کی عموم ثابت کرنے کے لیئے ایک ایسے موضوع حدیث کا سہارا لینا جس کا موضوعی ہونا مسلّم ہے۔ یقیناً جہاد وقتال دُشمنی پر دلالت کرتا ہے۔ جہاد اکبر والی حدیث پر اگر غور کریں تو عقل بھی تسلیم نہیں کرے گا کیونکہ بعض علماء نے اس حدیث کوجس غزوہ کے واپسی پر بیانکرنے کا ذکر کیا ہےوہ غزوہ تبوک ہیں۔اگر غزوہ تبوک سے واپسی پر یہ حدیث بیان کی گئی ہو یا پھر دوسرے غزوہ پر ہولیکن مولانا نے یہاں پرغزوہ سے واپسی کے وقت بیان کرنے کا ذکر کی ہےتو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تین صحابہؓ جوغزوہ تبوک سے رہ گئے جس کا ذکرقرآن مجید میں بھی موجود ہے۔(وعلی الثلثة الذین خلفوا الی اخر) اس پر اتنا زجر کیوں ہوا؟ کیا اُس نے مدینة المنورہ میں جہاد بالنفس نہیں کیا تھا اگر کیا تھا تو اُس صحابہؓ نے تو اکبر جہاد کیا تھا پھر کیوں 50 دن سارے مدینے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے ناراض ہو گئے۔

دوسرا نفس کے خلاف جہاد، قتال فی سبیل اللہ میں زیادہ ہے یا گھر میں جہاں ہر قسم سامان عیش موجود ہو اور جہاد و قتال میں دشمنوں کا خطرہ، سفری زندگی، پہاڑوں، بیابانوں کے گرمی و سردی زمین بستر اور آسمان کا چھت ہونا۔ کھانے پینے کا انتظام نہ ہونے کے برابر، تو کیا نفس قتال فی سبیل اللہ میں ذلیل ہوئے گا یا گھر کے اندر جہاں سب کچھ موجود ہوں یعنی ہر قسم عیش وعشرت موجود ہوتے ہوئے ذلیل ہوگا یا وہاں عقل والے سوچتے ہیں پھر بات کرتے ہیں کم عقل بات کر کے پھر سوچتے ہیں۔

اب ہم جہاد کے متعلق شرعی دلائل مختصر ذکر کرینگے۔

جناب تبلیغ والوں نے جہاد کے لفظ کو اتنا عموم دیا ہے جس کی وجہ سے جہاد بمعنی قتال ہمیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا لیکن ہم یہاں شرعی دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ بمعنی قتال فی سبیل اللہ کے بغیر استعمال کرنا عظیم خیانت ہے اور ساتھ ساتھ کفار، مشرکین، یہود ونصری کے دلی تمنا پورا کرنے کی کوشش ہے۔

ص 32 جہاد اہم ترین فرض عین ہے۔

جہاد: لغت میں بھرپور کوشش کو کہتے ہیں۔

جہاد جُہد سے مشتق ہے۔ لغت میں بھرپور کوشش کو کہتے ہیں۔

جہاد شرعی اصطلاح میں اعلیٰ کلمۃ الحق کے لیے مخالفین اسلام کے ساتھ لڑائی کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اللہ جل جلالہٗ کے ہاں مقبول ترین عمل ہے کما قال اللہ تعالیٰ

(1) اِنَّ اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانھم بنیان مرصوص

(سورۃ صف)

(2) لا یستوی القاعدوْن مِن المؤمنین الی اخرہ۔۔۔۔۔۔۔۔

(3) اِن اللّٰہ شترٰی مِن المؤمنین۔۔۔۔۔۔۔

(4) اجعلتم سقایة الحاج_________

(5) اِلا تنفروا یعذبکم عذابًا_________

(6) قل اِن کان اباؤکم_________

(7) فقاتل فی سبیل اللّٰہِ_________

(8) یاایها النبی حرض المؤمنین عَلَی القتال

(9) وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ واعلمو_________

(10) فاذا لقیتم الذین کفرو فضرب الرقاب /تلک عشرة کاملہ____

حدیث مبارکہ: کسی صحابیؓ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا:

مَا الجھادُ؟ قال رسول اللّٰہ ﷺ ان تقاتل الکفارُ اِذا لقیتم ولاتغل ولاتجبن۔(کنز العمال)

ترجمہ: جہاد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ تم کفار کے مقابلے میں جنگ کرو اس راستے میں نہ خیانت کرو اور نہ بزدلی دکھاؤ۔

(2) مَا الجھادُ؟ قال رسول اللّٰہ ﷺ قتالُ الکفارِ

(دورہ احمد)

(3) اُمرتُ اَن اقاتل الناس حتیٰ یقولو! لا اِلٰہ اِلاّ اللّٰہ فمن قال لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ فقد عَصَم منی نفسہ ومالہ اِلا بحقہ وحسابہ علی اللّٰہ، (البخاری کتاب الجہاد)

ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا اِلٰہ الا اللّٰہ کہیں۔ پس جس نے لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کہہ دیا تو اُس نے اپنے جان و مال کو مجھ سے بچالیا، مگر کسی حق کے بدل اور اس کا حساب اللّٰہ پر رہے گا۔

اصطلاحی معنی میں آئمہ اربعہ کا اتفاق:

چاروں آئمہ اس پر متفق ہیں کہ جہاد کا مطلب ہے قتال کرنا اور اس میں مدد دینا۔

(1) حنفیہ: الجہاد دعوۃ الکفار الی الدین الحق و قاتلھم ان لم یقبلو۔

ترجمہ: دین حق کی طرف کفار کو دعوت دینا اور اگر وہ قبول نہ کریں تو اُن سے جنگ کرنا۔

(فتح القدیر ص5 ص187 ابن ہشام)

(2) مالکی: قتال المسلم کافراً غیر ذی لمھد لاعلا کلمۃ اللہ اور حضورہ لہ او دخولہ ارضہ لہ

ترجمہ: مسلمان کا غیر عہد کافر سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کرنا یا جنگ کے میدان میں حاضر ہونا یا معرکے کی زمین میں داخل ہونا۔ (شرح صغیر)

(3) مالکیہ: الجہاد ای قتال فی سبیل اللہ شرعاً بذل الجھد فی قتال الکفار۔

(فتح امام ابن حجر العسقلانی)

(4) حنبلیہ: الجہاد "قتال الکفار"

(مطالب اولی النھی)

اس تمام تحریر وتقریر سے ثابت ہو گیا کہ شریعتِ اسلامی کے اصطلاح میں جہاد کفار و مشرکین وغیرہ کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق کے لیے لڑائی کو کہتے ہیں۔ اسلام میں جہاد بمعنی قتال فرض ہے اور اس فرض کی دو قسمیں ہیں۔

(1) فرض عین (2) فرض کفایہ

جہاد کب فرض عین اور کب فرض کفایہ ہوتا ہے اس کی بہت تفصیل ہے جس کے لیے خود ایک کتاب کی ضرورت ہے لیکن یہاں مختصر تعریف کرینگے۔

(1) فرض عین جہاد:

قسم اوّل: مسلمانوں پر کفار کی طرف سے کسی قسم کا حملہ ہوا ہو جس کی وجہ سے مسلمان مغلوب

ہو یا کفار کے قید میں ہوں تو سارے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے۔ اقرب فالاقرب کے درجے میں یعنی سارے روئے زمین کے مسلمان اگر ایک مسلمان کے بچانے اور چھڑانے کے لیے کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی نوبت آئے اور سارے روئے زمین کے مسلمانوں کے بغیر اُس کا بچانا اور چھڑانا ناممکن ہو تب سارے روئے زمین کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے۔

دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدلہ لینے کے لیے اپنی جان مبارک اور تمام صحابہ کرامؓ کو جنگ کے لیے پیش کیے اور سارے اصحابؓ نے موت ہی پر بیعت کیا۔ اس کی اقسام اور بہت ہیں جو دوسرے کتب میں موجود ہیں۔

فرض کفایہ جہاد:

جس طرح حضرت عمر فاروقؓ اور حضرتِ امیر معاویہؓ اور محمود غزنویؒ کے دور میں فرضِ کفایہ تھا۔ یعنی اگر ان حضرات نے فرض کفایہ جہاد نہ کیا ہوتا تو آج ہندوستان (انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش) میں بتوں کی تعداد کروڑوں میں ہوتی اور یہاں کوئی مسلمان قبیلہ نہ ہوتا۔

تو اللہ جل جلالہٗ رحم کریں اور ہدایت دے دیں ان تبلیغی علماء کو اور ان کے دیگر مخلصین کارندوں کو کہ وہ جہاد کے مفہوم اور تشریح کو خلط ملط نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری سے ڈر جائیں۔ اور اپنے آپ کو اور اپنے مال و دولت کو جہاد بمعنی قتال فی سبیل اللہ کے لیے وقف کریں۔ تاکہ دُنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائیں۔

ہم نے اصلاح کی غرض سے کوشش کی ہیں تاکہ یہ تبلیغی حضرات جس مغالطے میں پڑے ہیں اور بات بات پر اللہ کی راہ میں نکلو اور اللہ کی راہ میں نکلنا وغیرہ کے الفاظ سے اپنے آپ کو گمراہی سے بچائے اور دوسروں کو بھی گمراہ نہ کریں جو کہ ایک صریح گمراہی اور ضال مبین ہے۔

اگرچہ پُرانے ساتھیوں سے ہماری اُمید بالکل نہیں ہے کیونکہ آئندہ آنے والے احادیث کی پیشن گوئی میں آپ لوگ دیکھ لیں گے کہ اس جماعت میں نکلے ہوئے لوگ پھر کبھی بھی واپس نہیں ہونگے۔

اب ہم کچھ دوسرے دلائل کا ذکر کریںگے جس کی وجہ سے حق اور باطل کی پہچان آسان ہو جائے گی۔

حق اور باطل کی پہچان:

تعرف الاشیاء باضدادِھا چیزوں کی پہچان اُس کی ضد پر ہوتی ہے۔

یعنی دن کو رات سے، عورت کو مرد سے، حق کو باطل سے وغیرہ وغیرہ

اب حق کی پہچان کیا ہوگی؟ حق کیا ہے؟ حق یہ ہے کہ جس کے بارے میں ہم کو تعلیم دی گئی۔ اھدنا الصراط المستقیم کہ اے اللہ ہم کو سیدھی راہ پر چلا۔ سیدھی راہ وہ ہے جو کتاب الٰہی میں موجود ہیں لیکن صرف کُتب میں موجود نہیں بلکہ یہ کتاب الٰہی انسان کے وجود میں عملی طور پر بھی موجود ہیں۔ اب فرمایا گیا صراط الذین انعمت علیھم یعنی اُن لوگوں کا راستہ جو اس پر چل کر کامیابی و کامرانی تک پہنچ چکے ہیں۔

اب صرف کتابوں میں صراطِ مستقیم ڈھونڈنا غلطی کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی آپ کو کسی لفظ کا غلط تشریح اور ترجمہ کر سکتا ہے جس طرح آج کل پرویزی اور قادیانی وغیرہ ہیں یا وہ جماعتیں جو خیر القرون والے عمل سے ہٹ کر دوسرے عمل کی ترجمہ اور تشریح سمجھتے اور سمجھاتے ہیں۔

تو اس لیے اُن لوگوں کا اتباع کرنا ہوگا جنہوں نے اس صراط المستقیم پر چل کر کامیابی حاصل کی ہے۔

جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

(1) انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

جو اس آیت کی مصداق ہیں انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہیدوں اور نیک لوگوں کا راستے پر یہ لوگ چل کر کامیاب ہو گئے اسی طرح ان لوگوں کا اتباع کامیابی کا ذریعہ ہے۔

لیکن یاد رکھنا صرف صراط المستقیم مانگنا کامیابی کی ضمانت نہیں بلکہ راہ مستقیم پر چلنے والے آگے جا کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔اس وجہ سے کامل کامیابی کے لیےغیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یہود ونصریٰ، کفار ومشرکین، منافقین وغیرہ کے راستے سے بچنے کی دُعا بھی ہے اور بچنے کی کوشش بھی ورنہ وہ گمراہی کا راستہ جو گمراہ لوگوں نے اختیار کیا اور انجام کار وہ ناکامی اور نامرادی کے ساتھ دنیا سے چل بسے اس میں پڑنے کا خدشہ ہوگا۔

تو اس سورۃ میں حق راہ کی طلب اور حق جماعت کی اتباع کرنے کی دُعا سکھائی گئی ہے۔اور ساتھ ساتھ متصل باطل راہ سے بچنے کی دُعا کی تلقین کی گئی۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ حق اور باطل میں تضاد ہے اب حق کو پہچاننے کے لیے اپنے دلائل ہیں اور باطل کو پہچاننے کے لیے اپنے دلائل ہیں۔ ہم کوشش کرینگے کہ ہم آج کے حق جماعت کو ثابت کریں تب دوسرے جماعتوں کی بطلان ان شاء اللہ خود بخود نکھر جائیں گی۔

آج کے دور کے بارے میں چند احادیث کی پیشن گوئیاں ہیں۔ہم اس پر بحث کرینگے اور حق باطل کی وضاحت پیغمبر ﷺ کی پیشن گوئیاں سے کرینگے۔

حق جماعت ہمیشہ کے لیے زندہ وجاوید رہے گا۔

حق دین کون سا راستہ ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔

وَاَنَّ ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔۔۔۔۔

ترجمہ:

حق کامل حق کا راستہ ایک ہی ہے بہت سے راستے شیطان کی راہیں ہیں۔حق راہ وہی ایک ہے جس پر انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین چل کر کامیاب ہو گئے۔حق وہ ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے۔

قل جاء الحق وزھق الباطل اِنَّ الباطل کان زھوقا۔

ترجمہ:

جب کامل حق موجود ہوتو کامل باطل کا وہاں موجود ہونا ناممکن ہے۔اور جب کامل باطل موجود ہے تو حق کامل موجود نہ ہوگا۔کامل سے ہماری مراد اپنے کمال کے درجے کو پہنچے ہوئے نہ ایسا حق جس میں باطل کی آمیزش ہو۔نہ ایسا باطل جو حق کی حکمرانی تسلیم کر کے زندگی گزاریں اس کی مثال آج کل یو دوں گا کہ جہاں امریکی حکمرانی ہوگی وہاں طالبان بمع شرعی نظام نہیں ہوگا اور جہاں طالبان بمع شرعی نظام ہوگا وہاں امریکی اور امریکن نواز نہیں ہونگے۔

یہ حق اور باطل کا آپس میں تضاد ہیں۔اس حق و باطل جماعتوں کی پہچان کے لیے ہم نے احادیث کی ایک مجموعہ چُنی ہیں۔جس میں حق و باطل جماعتوں کی پیشن گوئیاں اور اُن کے کام وغیرہ کا ذکر ہے۔ہم نے احادی نبوی ﷺ اور اس کا ترجمہ اور پھر مختصر مفہوم ذکر کیا ہے۔

احادیث مبارکہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے پس وہ مردود ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حق دین پرانی ہے اس میں نئے نئے ایجاد شدہ اعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے اور جس زمانے میں اس دین کامل میں کوئی نئی متضاد یا متوازی کام شروع کیا تو اگرچہ لوگوں کے نظروں میں بہت اہم اور خوشنما ہو لیکن وہ مردود ہیں۔ تو حق پرانی ۱۴۰۰ سال پرانی اعمال پر مشتمل ہے اور حق نما باطل بالکل نئی ۱۹۰۰ میں بنی ہوئی جماعتیں ہیں۔

تبلیغی محنت کی وجہ سے بالکل نیا دین متعارف ہوا۔ ایمانی محنت، بیانات پر بیانات، چھ نمبرز، گشتیں، عمومی گشت، خصوصی گشت، ساری عمر مخصوص کتاب سے تعلیم، شب جمعہ (مراکز

میں جمعہ کی رات گزارنا اور مخصوص اعمال کرتا) اجتماعات، جوڑیں، چلے، چار مہینے اور سال کی تشکیلیں، مقیم بن کر نصف/آدھ زندگی دینا خروج فی سبیل اللہ واپسی کارگزاری، امیر، مامورین وغیرہ وغیرہ اس کام کے لیے جتنے اصطلاحات استعمال ہوئے ہیں۔ یا بالکل نئے ہیں یا پھر دوسری جگہ سے لی گئی ہیں لیکن اس میں خلط ملط کی گئی ہیں۔ اور پھر یہ ساری باتیں دین سمجھ کر کرتے ہیں اور دینِ اسلام میں اس طرز پر کوئی دلیل موجود نہیں ہیں۔ اور اگر دین سمجھ کر نہیں کر رہے تو کیوں اتنے فضائل بیان کر کے پاگلوں کی طرح اس میں شامل ہوتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ یہ نئی باتیں جو اس طرز پر چل پڑی آج کل دین کی اہم ترین حصہ بن گیا ہے جس کے بغیر اسلام نامکمل تصور کیا جاتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے (غالباً ایک خطبہ میں) کہا کہ خدا کی حمد کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ سب سے بہتر حدیث (بات) کتاب اللہ ہے اور بہترین راہ (طریقہ) محمدؐ کی راہ ہے اور بدترین چیزوں میں وہ چیز ہے جس کو (دین میں) نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (نئی نکالی ہوئی چیز) گمراہی ہے۔

تشریح: کتاب اللہ اور سنتِ نبوی ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرے طریقے پر عمل کرنا کوئی فائدے کی چیز نہیں ہے۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے نئے عمل کو دین میں شر کے لفظ سے فرمایا اور یقیناً تبلیغ والی جماعت کے ساتھ مجدد مولانا الیاس صاحب کی ساری نئی باتیں اور نئے اعمال ہیں۔ جو نئی شکل وصورت کے ساتھ اُمت میں موجود ہیں۔

(اللھم حفظنا من محدثات فی الدین)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ہر شخص جنت میں داخل ہوگا مگر وہ شخص نہیں جس نے میرا انکار کیا۔ پوچھا گیا وہ کون شخص ہے جس نے سرکشی کی اور انکار کیا۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے میری پیروی کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے میرا انکار کیا۔ (بخاری، وکذا فی المشکوۃ)

تشریح: کامل حق نبی علیہ السلام کی کامل پیروی کو کہتے ہیں۔ اور جو لوگ نبی علیہ السلام کے عمل کے خلاف یا متوازی دوسرا عمل اختیار کریں تو اگر چہ وہ لوگوں کے نظروں میں صالح ہو لیکن اسکو ثواب کی بجائے عذاب ملے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق کے لیے میزان قرآن، حدیث، سنت نبوی ﷺ اور خیر والقرون ہیں۔ حق اور باطل کی پہچان صرف اسی پر ہوگا کہ اس کا تعلق خیر القرون کے ساتھ ہیں یا نہیں۔

یہاں تبلیغ والے سمیت سارے نئے نئے اعمال شروع کرنے والے اپنے محنت کے بارے میں فیصلہ کریں۔ اور یہ ضرور دیکھیں کہ نبی علیہ السلام کی تشکیلیں اور ہماری تشکیلیں کس حد تک مطابقت رکھتی ہیں۔ آپ ﷺ کی ہجرت اور ہماری ہجرتیں کس حد تک مماثلت رکھتی ہیں۔ خیرلقرون کے شب جمعہ اور ہمارے شب جمعہ میں کتنا بڑا فرق ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ

النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَاوَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَ خْشٰکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقٰکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

(مُتَفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہے کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال دریافت کریں۔ جب ان لوگوں کو آپ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو اُنھوں نے آپ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں کہا۔ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ہم کیا چیز ہیں۔ خدا نے تو ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں (یہ سن کر ان میں سے) ایک نے کہا میں اَب ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا اور میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا (یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ) رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور ان سے فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے؟ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں بایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) پس جو شخص میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی جس نے میرے طریقہ کو پسند نہیں کیا وہ میری جماعت سے خارج ہے)۔ (بخاریؔ ومسلم وکذا فی المشکوٰۃ)

تشریح: دیکھیں صحابہ کرامؓ نے کسی بُرے اعمال کا مشورہ نہیں کیا تھا بلکہ اُسی اعمال کو تھوڑا سا بڑھانے کی نیت کی تھی تا کہ تقویٰ اور پرہیز گاری میں اضافہ ہو تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے لیکن جناب سیدنا حضرت محمد ﷺ کا ارشاد پاک نے اُس کے اس ارادے پر پانی پھیر

دیا جو شخص میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اب پتہ چلا کہ نمازیں اور روزہ جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں جب تھوڑی سی طریق نبوی ﷺ سے منحرف ہوتی ہیں مردود ہوتی ہیں۔ چہ جائیکہ ایک ایسا عمل جو قرآن وسنت سے بالکل ثابت بھی نہ ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے (روزہ کی حالت میں) ایک کام کیا اور اس کی اجازت دیدی۔ لیکن چند شخصوں نے اس سے پرہیز کیا جب رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال معلوم ہوا تو آپ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد کے بعد فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس چیز کو پسند نہیں کرتے یا اس سے پرہیز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ پس قسم ہے خدا کی، میں خدا کی مرضی کو ان سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

تشریح: اس حدیث نبوی ﷺ سے صاف ظاہر ہے کہ ایک کام جو رمضان میں پہلے نہ ہوتا تھا اب اس کی رُخصت آگئی آسانی آگئی جو نبی علیہ السلام نے اپنے عمل سے ظاہر کیا لیکن بعض اصحاب کرامؓ نے کمالِ تقویٰ بنانے کے لیے وہ کام نہ کیے۔ جس کی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ فواللہ انی لا علمھم باللہ واشدھم لہ خشیۃ کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی میں اللہ کی مرضی کو اُن سے زیادہ جانتا ہوں اور اُن سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے قسم اُٹھا کر اپنی عمل کو کمالِ تقویٰ اور کمالِ خشیۃ والا بتایا۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ

كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَاِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَاَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور اس چیز کی مثال جس کو عطا فرما کر خدا نے مجھ کو بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا ہو اور اس سے کہا کہ اے قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر کو دیکھا ہے اور میں (بے غرض) ڈرانے والا ہو۔ پس تم کو چاہئے کہ تم (اپنی) نجات ڈھونڈو، نجات تلاش کرو۔ پس اس کی قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت کر لی اور راتوں آہستہ آہستہ سے نکل گئی اور نجات پائی اور ایک جماعت نے اس کی بات نہ مانی اور وہ اپنے گھروں ہی میں رہی صبح کو لشکر نے آ کر اس کو پکڑ لیا اور مار ڈالا بس یہی مثال ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات میں لے کر آیا ہوں اور کو نہ مانا۔

(بخاری و مسلم وکذا المشکوۃ)

تشریح: نبی علیہ السلام نے اپنے بارے میں ایک مثال فرمائی ہے کہ میں آنکھوں والا اور مشاہدہ کرنے والا پیغمبر ہوں میں نے خود وہ جنت اور جہنم اپنے مشاہدے سے دیکھے ہیں تو جس طرح اُس شخص کی بات کوئی مانے جس نے لشکر دشمن کی خبر پہنچائی اور نجات پائی اسی طرح میری بات ماننے والے نجات پائیں گے اور جس طرح اُس خبر پہنچانے والے کی خبر جن لوگوں کو بری لگی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے گھر میں رہے اُس کا انجام قتل و غارت، ذلت اور رسوائی، قیدی اور غلامی کے علاوہ کچھ نہیں ہوا۔

تو حکم نبوی ﷺ اور سنتِ نبوی ﷺ ہمیں ماننا پڑے گا۔ تب حق پر ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ

كَذَّابُوْنَ وَيَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْاَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَآؤُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمْ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ پس بچو ایسے لوگوں سے اور نہ اپنے قریب آنے دو تم ان کو تاکہ وہ نہ تو تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔ (مسلم)

تشریح: آخری زمانے میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ہونگے۔ جو پیغمبر کی طرف ایسے افعال واقوال منسوب کرینگے جو نہ ہمارے زمانے میں اور نہ ہمارے باپ دادا کے زمانے میں یعنی خیر القرون کے ساتھ اس قول وفعل کا کوئی مشابہت ہوگا۔ یقیناً یہ اچھے اعمال ہونگے کیونکہ بہت بڑا کافر اور ظالم بھی پیغمبر ﷺ کی طرف کوئی گناہ کا عمل منسوب نہیں کرسکتا کیونکہ ساری انسانیت میں اشرف ترین انسان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے بچنا جو ایسے اقوال وافعال پیش کریں جو نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں اور خیر والقرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر چہ ظاہر میں اعمال اچھے ہوں لیکن اگر خیر والقرون سے ثابت نہ ہو تب مردود ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمْ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شروع ہوا اسلام غریب اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا۔ پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے (غریب سے مراد مسافرت ہے)۔

تشریح: یقیناً اسلام کی ابتداء جس طرح ہوئی آج اُس کی انتہا بھی اُس ترتیب سے جاری ہے جس طرح صحابہ کرامؓ پر مکہ کی زمین تنگ وتاریک کر دیا گیا۔ اسی طرح آج حق والوں پر

ساری دُنیا کی زمین تنگ و تاریک کر دی گئی۔ جس طرح بلالؓ کو کوڑے لگتے تھے۔ اس طرح آج حق جماعت والوں کو ایسی ہی تنگ و تاریک کمروں میں رکھ کر کوڑے لگاتے ہیں اور اس حدیث کی مصداق بنتے ہیں۔

اس حدیث شریف پر ہم حق جماعت والوں اور باطل جماعت والوں کا موازنہ کر سکتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً ذَرَفَتْ مِنْھَا الْعُیُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَاَنَّ ھٰذِہٖ مَوْعِظَۃُ مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ اِلَّا اَنَّھُمَا لَمْ یَذْکُرَا الصَّلٰوۃَ۔

ترجمہ: حضرت عرباضؓ بن ساریہ کہتے ہیں ایک روز نبی ﷺ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور ہم کو نہایت موثر الفاظ میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ پس ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (شاید) یہ آخری وصیت ہے پس آپ ہم کو کچھ اور نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور نصیحت کرتا ہوں تم کو سننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ تم کو حبشی غلام کی اطاعت کرنی پڑے۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے وہ اختلاف کثیر کو دیکھے گا ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ میرے اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدینؓ کے طریقہ کو مضبوط پکڑ لو اسی پر بھروسہ رکھو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم (دین میں) نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت

گمراہی ہے۔ (احمدؔ۔ابوداؤدؔ۔ترمذیؔ)

تشریح: اختلافِ کثیرہ اور بدعتی دور میں جو چیز نجات کا سبب ہے وہ خیرالقرون والا دین ہے۔ خیرالقرون میں جو چیز ثابت ہیں اُس پر کامل عمل کرنا اور بس اُسی کو نجات کا سبب تصور کرنا باقی آج کل جو متوازی جہادیں جو جہاد بمعنیٰ قتال فی سبیل اللہ کے متوازی شروع ہیں۔ اُس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاتِیَنَّ عَلٰے اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰے ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰے ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (رَوَاہُ التِرْمِذِیُ) وَفِیْ رِوَایَۃِ اَحْمَدَ وَاَبِیْ دَاوٗدَ 'عَنْ مُعَاوِیَۃَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ وَاِنَّہٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْاَھْوَاءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ لَا یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَہٗ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا بالکل درست اور ٹھیک جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے اور بنی اسرائیل کی قوم باہتر ((72 فرقوں میں منقسم ہوگئی تھی۔ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رُسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کونسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ فرقہ جس پر مَیں ہوں اور میرے اصحاب (ترمذیؔ) اور احمدؔ و ابوداؤدؔ نے حضرت معاویہؓ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ بہتر گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں اور جنتی گروہ جماعت ہے اور البتہ نکلیں

گی میری امت میں کئی قومیں جن میں خواہشات اس طرح رائج ہو جائیں گی جس طرح ہڑک ہڑک والے مین جاری ہو جاتی ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے باقی نہیں بچتا۔

تشریح: نبی علیہ السلام کی پیشن گوئی بالکل سو فیصد دُرست ثابت ہوئی۔ آج اس دور میں امت کے بہت سے فرقے بنے ہوئے ہیں۔لیکن خبردار ہر فرقہ ناجیہ نہیں۔ ناجیہ فرقہ کی معیار کیا ہے؟

معیار حق کیا ہے؟ وہ اعمال واقوال جو نبی علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ سے ثابت ہو۔جس طرح پوچھا گیا کہ ناجیہ کون لوگ ہونگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا اَنَا علیہِ وَ اَصْحَابِیْ۔

اب ہم دیکھیں گے کہ نبی علیہ السلام نے ہجرت، نصرت، دعوتِ اِلی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، تشکیل، وغیرہ وغیرہ کا عمل کس طرز پر فرمایا۔ اسی طرز پر یہ اعمال واجب اطاعت ہیں نہ یہ کہ اپنی طرف سے تاویلات کر کے اعمال مقرر کریں۔

تو1922 کو معرضِ وجود میں آیا ہوا فرقہ جس کے ہاں خوابوں اور الہاماتوں کے علاوہ کوئی دلیل اور نص نہیں۔ باطل فرقہ نہیں تو شاید کوئی دوسرا فرقہ باطلہ ہو۔

تشریح: تو قربان جاو میں اپنے اُقا صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے معاملہ ہی ختم فرمایا کہ میرے ہی امت میں یعنی کلمہ پڑھنے والوں میں (۷۳) فرقے بنے گے اور ان تمام فرقوں میں صرف ایک فرقہ نجات دھندہ ھوگا وہ فرقہ کونسی ھوگی اعلان واضح فرمایا کہ جس کی ترتیب دعوت، ترتیب جہاد، ترتیب عمل میرے اور میرے اصحاب (رض) کے مانند ہو اب یہاں ہم دیکھتے ھیں کہ کل فرق اپنے اُپ کو یہی فرقہ ناجیہ شمار کرتاہ اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھ دلائل قران اور احادیث سے پیش کرتے ہے جسکا مقابلہ علماء حق کے علاوہ مشکل ہیں عوام اسے دلائل میں بری طرح پھنس جاتے ھیں۔

اب اسکیلئے ایک احادیث مبارکہ اور ایک عقلی دلیل پیش خدمت ہیں۔

عن حزام بن حکیم بن حزام عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: انکم قد اصبحتم فی زمان کثیر فقھائہ، قلیل خطبائہ، کثیر معطوہ قلیل سؤالہ العمل فیہ

خیر من العلم و سیاتی زمان قلیل فقهائه کثیرہ سؤ اله قلیل معطوہ العلم فیه خیر من العمل۔ (معجم الکبیر)

امتِ محمدیہ میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر ہوگی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خداوند تعالٰی میری اُمت کو' یا آپ نے یہ فرمایا کہ امتِ محمدیہ کو گمراہی پر جمع نہیں کریگا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا اس کو دوزخ میں تنہا ڈالا جائے گا۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث شریف میں ایک خوشخبری ہے کہ میری ساری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگا۔ مطلب ہے کہ اگرچہ بہت سے لوگ گمراہی اختیار کریں پھر بھی ایک جماعت ضرور حق پر برقرار رہے گی اور خبردار سنا کہ اللہ تعالٰی کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ جماعت حق کونسی ہے۔ جس میں تسلسل پائی جائے یعنی وہ جماعت جو خیر والقرون سے لے کر آج تک اُسی طریقے پر عمل کرتی رہی ہو۔ جو نبی علیہ السلام سے ثابت طریقے ہیں۔ ایسا نہیں کہ 1000 سال اُمت میں اجتماعیت پارہ پارہ ہوا اور آخر میں 1000 سال کے بعد معرضِ وجود میں آئی ہوں۔

(لاحول و لا قوۃ الا باللہ)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسا بکری کا بھیڑیا ہوتا ہے جو اس بکری کو اٹھالے جاتا ہے۔ جو ریوڑ سے بھاگ نکلی ہو ریوڑ سے دُور چلی گئی ہو یا ریوڑ کے کنارے پر ہے اور بچو تم پہاڑ کی گھاٹیوں (یعنی گمراہی) سے اور جماعت اور مجمع کے ساتھ رہو۔ (احمد)

تشریح: جماعت سے مراد کونسی جماعت ہیں؟ اگر اس سے مراد مطلق مسلمانوں کی اجتماع ہو تو پھر کوئی بھی مسلمان جماعت سے باہر نہیں ہیں۔ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی یعنی کوئی گروہ وغیرہ نہیں۔ اور اگر اس سے مراد ایک مخصوص جماعت جس کا ایک ہی رائے ایک ہی سوچ وفکر اور طرز عمل ایک ہوں۔ تو حق جماعت میں تسلسل آئی ہیں باطل جماعتیں بدعتوں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر (یعنی ایک ساعت کے لیے) جدا ہوا اس نے اسلام کا پڑا اپنی گردن سے نکال دیا۔ (احمد۔ ابوداود)

تشریح: جماعت سے تعلق توڑنا ایک عظیم گمراہی اور ذلت ورسوائی کا سبب ہے۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے مختلف جگہوں میں فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت اور امیر مقرر ہو کیونکہ کامیابی کا اصل سبب اجتماعیت ہے اس وجہ سے تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کی اجتماعیت تھی اُس وقت تک مسلمان اور اسلام غالب تھا جب تاریخ اسلام سے مسلمان ہٹ گئے اور اجتماعیت چھوڑ دی گئی تب مسلمان مغلوب ہو کر غلامی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ دوسری طرف اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نبی علیہ سلام نے جماعت سے کچھ دیر پھر تھوڑے فاصلے سے تعلق

توڑنے سے کتنی سخت وعید فرمائی ہیں اور یقینا بات بھی ایسی ہیں کہ بدعت اختیار کرنے سے مسلمان فوراً اسلام سے محروم ہوکر شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ پھر بھی مسلمان اپنی حقیقی زندگی کو سنوارنے کی لیئے چند ذکر واذکار پر اکتفا کر کے پوری دین کا خواب دیکھتے ہے۔

وَعَنْ مَالِکِ ابْنِ اَنَسٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا)

ترجمہ: مالک بن انسؓ بہ طریق مُرسل بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے (اور وہ) کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہیں۔ (موطا)

تشریح: قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامنا اور اسی پر عمل کرنا۔ بات ہی ختم ہوئی ہماری ہر قسم کی جدو جہد کی پڑتال کیجئے۔ قرآن وسنت رسول اللہ سے ثابت ہیں۔ یا 1900ء صدی میں کسی عالم یا مفتی صاحب کی سنت ہے۔ آج کی بنائی ہوئی اعمال کو نکالو اور ختم کرو اور نبی علیہ السلام کی سنت کو عام کرو۔ اور عمل کرو۔ جو عمل جو بات خیر القرون سے ثابت نہ ہو وہ قابل عمل نہیں۔

سُنتِ نبوی ﷺ سے محرومی کا سبب

وَعَنْ غُضَيْفِ ابْنِ حَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اِحْدَاثٍ۔ (احمد)

ترجمہ: حضرت غضیف بن حارث ثمالی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس قوم نے (دین میں) کوئی بات نکالی اس کے مثل ایک سنت اُٹھالی گئی سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے سے بہتر ہے۔ (احمد)

تشریح: دین اسلام کی تنزل کا سبب ایک جعلی اور اچھی نظر آنے والی کام شروع کرنا۔ جس

کا دین اسلام میں کوئی ذکر نہ ہو۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے ہر نئی بات دور کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ نئے عمل سے اصل عمل رہ جاتا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے جو نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے کہ جس قوم نے دین میں کوئی نئی بات نکالی اُس کی مثل ایک سنت اُٹھالی جائے گی۔

رفع شبہا: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدعت کوئی سوء عمل کی طرح نہ ہوگا بلکہ سنت نبوی کی مثل ہوگا یا ناموں کی مماثلت کی وجہ سے یا عمل کی مماثلت کی وجہ سے۔ مثلاً نبی علیہ السلام کی دعوت الی اللہ اور آج کل تبلیغ والوں کی خودساختہ بنائی ہوئی دعوت الی اللہ نبی علیہ السلام کی ہجرت اور آج کل تبلیغ والوں کی ہجرتیں جو نبی علیہ السلام کی ہجرت کے ساتھ نام کی حد تک تو مماثلت رکھتی ہے لیکن ہے خودساختہ جس کی وجہ سے اصل چیز ہاتھ سے نکل گئی۔ اسی طرح نصرت، تشکیل، واپسی، کارگزاری وغیرہ وغیرہ جو ہیں۔ خودساختہ بنائی ہوئی اُمت میں پذیرائی حاصل کر رہی ہے اور نبی علیہ السلام کی اُس مثل کی سنتیں نکلتی جارہی ہیں۔ دوسری حدیث میں وضاحت ہے۔

وَعَنْ حَسَّانٍ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

ترجمہ: حضرت حسان ؓ کہتے ہیں کہ نہیں نکالی کسی قوم نے کوئی بات اپنے دین میں مگر یہ کہ نکال لیتا ہے اللہ اس کی سنت میں سے اس کے مانند (یعنی جب کوئی نئی بات نکلتی ہے تو اس کے مثل سنت دنیا سے اٹھالی جاتی ہے (اور پھر) وہ سنت قیامت تک اس کی طرف واپس نہیں کی جاتی۔ (دارمی)

تشریح: نئی بات سنتِ نبوی کی مثل کیسی ہوگی یعنی کام ہوگا نیا لیکن مماثلت اختیار کرے گا سنتِ نبوی ﷺ کے ساتھ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس گروہ اور جس اُمت میں یہ متوازی سنت والا کام رائج ہوگا اس کی بدولت اس کی مثل اس گروہ سے سنتِ نبوی اُٹھے گا۔ اور سنتِ نبویؐ اس گروہ والوں کو واپس نہیں آئے گا۔

اب ہم یہاں صرف تبلیغ والوں کے چند اعمال کا ذکر کریں گے جو کسی حد تک مماثلت رکھتے

ہیں سنتِ نبوی ﷺ سے۔

1) ہجرت:

نبی علیہ السلام اور اُس کے صحابہ کرامؓ کی ہجرت معروف و مشہور ہے۔ مجھے یہاں اُس کی تفصیل پر جانا نہیں چاہیئے۔

لیکن آج کے تبلیغ والوں کی ہجرت جو 40 دن وغیرہ کے لیے گھر سے نکلتے ہیں اور اس کو ہجرت سے موسوم کر کے ہجرت والی فضائل بیان کرتے ہیں۔ خود ساختہ ہجرت اختیار کرنے کی وجہ سے آج تبلیغ والوں سے ہجرت نبویؐ بالکل رہ گیا اور ہجرت نبویؐ سے محروم ہو گئے۔

جہادِ رسول اللہ ﷺ:

نبی علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں قتال کیا کفار و مشرکین کے ساتھ اور اللہ شانہ نے فرمایا:

فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک وحرض المؤمنین:

ترجمہ: سو تو لڑ اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو۔

(سورۃ النساء :84)

یہ قتال نبی علیہ السلام کی سنت ہے۔ اب آج کل تبلیغ والوں نے جہاد بمعنی کوشش لیا ہے اور اس کے استدلال میں چند کی آیتیں پیش کرتے ہیں۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا و جاھدھم بہ جھادا کبیرا۔

وغیرہ چند کی آیتوں کو پیش کر کے اپنے عمل کو جہادی عمل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کی بدولت آج مجموعہ تبلیغ والے اس سنتِ نبوی ﷺ اور سنتِ محکمہ اور فرضِ عین سے قیامت تک محروم رہینگے۔ قیامت تک کیوں؟ کیونکہ اس جماعت کی پیشن گوئی آگے آرہی ہے کہ یہ جماعت کے آخر لوگ دجال کے ساتھ تشکیل کریگا تو یہ جماعت وہ جماعت ہے جس میں سنتِ

سنتِ نبوی میں، دعوتِ ہجرت، نصرت، امیر، مامور، جماعتیں وغیرہ موجود ہیں۔ اسی طرح الیاسی سنت میں بھی موجود ہیں لیکن دونوں کا طریقہ کار الگ الگ ہے۔ الیاسی سنت اختیار کرنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ یہ شخص (پرانا ساتھی) یہ گروہ ہمیشہ کے لیے سنتِ نبویؐ سے محروم رہیں گے۔ اس وجہ سے ہمارا ابھی پرانے ساتھیوں سے امیدِ وفا نہیں ہے بلکہ جفا لازمی ہے۔ کیونکہ میرے آقا فداہٗ نفسی وامی وآبی کا فرمانِ حق جو موجود ہے۔ کہ ثم لا یعید ہا الیہم الی یوم القیمۃ کہ سنت نبوی کے متبادل بدعت اختیار کرنے کا یہ نقصان ہوگا کہ قیامت تک یہ جماعت واپس اس سنت کی طرف رجوع نہیں کر وائیں گا۔

بدعتیوں کی تنظیم اسلام کو ڈھا دینے کے مترادف ہے۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ: ابراہیم بن میسرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بدعتی کی تعظیم کی، اس نے دینِ اسلام کو ڈھا دینے میں مدد دی۔

تشریح: بدعتی لوگ اسلام کے اندر اور باہر دونوں کو کھوکھلا کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو اصل جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کی تعظیم یقیناً دین اسلام کے ختم کرنے میں اُس کی مدد ہیں۔

بدعت کیا ہے؟

سادہ الفاظوں میں بدعت اصلی اور جعلی چیزیں (نوٹ دوائی وغیرہ) ہے۔ جس طرح جعلی اصلی کی ہم شکل ہوتی ہے۔ اسی طرح بدعت سنت کی ہم شکل ہوتی ہے لیکن جس طرح جعلی کام نا قابل معافی جرم ہے۔ اسی طرح بدعت نا قابل معافی جرم ہے۔ جس طرح جعلی اور اصلی کی پہچان اور اس کے درمیان میں فرق کرنا ہر بندے کا کام نہیں ہے۔ اس طرح حق اور بدعت کی پہچان ہر بندہ نہیں کرسکتا۔

پس بدعت جعلی نوٹ ہے اب آگے خود سوچئے اور تدبیر بنا کر جان بچائیں۔

(وما علینا الا البلاغ)

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِّنَ التَّوْرٰتِہٖ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِّنَ التَّوْرٰتِہٖ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَاتَرٰی بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْبَدَا لَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَّاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے تورات کو پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ

۔صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ ابوبکر صدیقؓ نے یہ دیکھ کر کہا: ''عمرؓ! تم کو گم کرین گم کرنے والیاں، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے (کے تغیر) کو نہیں دیکھتے۔'' حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر نظر ڈالی اور کہا پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ اور اس کے رسول کے غصہ سے۔ راضی ہیں ہم اللہ کے رب ہونے پر، اور دین اسلام پر، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر۔ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر موجود ہوتے تم میں موسیٰؑ تو تم ان کی اطاعت قبول کر لیتے اور مجھ کو چھوڑ دیتے (اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ) تم سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو اور زمانے کو پا لیتے تو (یقینا) میرا اتباع کرتے۔ (دارمی)

تشریح: سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے گناہ کا کام نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک میں خاص اثر کی وجہ سے تغیر آیا تھا بلکہ آپؓ نے تورات جو اللہ کا کلام تھا پڑھا تھا۔ لیکن پتہ چلا کہ جب تورات جو کلام اللہ ہے لیکن منسوخ ہے اُس کا پڑھنا اتنا ممنوع ہے تو کسی ایسے شخص کی بنایا ہوا طریقہ کار جس کا خیر والقرون میں کوئی ثبوت نہ ملتا ہو یقینا تباہی ہی تباہی ہے۔ خسر الدنیا والاخرہ کی مصداق ہے۔

بیانات پر بیانات بھی حقانیت کے خلاف ہے:

وَعَنْ شَقِيقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا اِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا۔

ترجمہ: شقیقؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے (ایک روز) ایک شخص نے ان سے کہا۔ اے ابوعبد الرحمن میں

چاہتا ہوں کہ آپ روزانہ ہم کو وعظ ونصیحت فرمایا کریں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں ایسا اس لیے نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ گے میں نصیحت کے معاملہ میں اسی طرح تمہاری خبر گیری کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبر گیری کرتے تھے اور ہمارے اُکتا جانے کا خیال رکھتے تھے۔

تشریح: لیکن آج تو ہمارے بیانات ختم نہیں ہو پار ہے ہیں۔((1 صبح چھ نمبر((2 گھر کی تعلیم (مخصوص بیان)((3 دفتر یا دُکان میں مخصوص بیان ((4 مسجد میں ظہر کے بعد بیان (5) عصر کے بعد گشت کا بیان (6) پھر عصر سے شام تک بیان((7 شام سے عشاء تک بیان۔ جو صرف مراکز میں عشاء تک ہوتے ہیں لیکن عام مساجد میں آدھ یا گھنٹہ ہوتا ہے۔ (8) عشاء کے بعد واقعہ کے نام پر بیان((9 خصوصی گشت میں بیانات((10 عمومی گشت میں بیانات

مساجدوں، مراکزوں، اجتماعاتوں اور تشکیلوں میں بیانات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ رہتا ہے۔ کیا یہ سارا طریقہ کار خیر القرون کے خلاف نہیں ہے؟

مجدد کا ظہور اور فرقہ باطلا

وَعَنْهُ قَالَ فِيمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ مجھ کو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا خدائے عزّوجل اس امت کے لیے ہر نئی صدی پر ایک شخص کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کو تازہ کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: مجدد ہر صدی بعد ضرور پیدا ہوتی ہے جو وہی پرانی دین کی تجدید کریں۔ آج ۱۴۰۰ سال گزر گئے۔ تو ۱۴ مجددین کا ہونا لازمی ہے۔ ان ۱۴ مجددین میں کسی ایک مجدد نے اسی رنگ میں تجدید نہیں کی بلکہ تبلیغ کے اس مجدد نے 1000 سال کے بعد ایسا تجدید کیا۔ جس سے

اُمت 1000 سال محروم تھا۔ سوچنے اور سمجھنے کی گھڑی ہے۔ بغض اور عناد کا وقت نہیں

علماء حق ہر حال میں موجود ہونگے اور باطل کے خلاف لڑینگے:

وَعَنْ اِبْرَاهِيمَ بِنِ عَبْدِ الرَّحْمنِ الْعُذْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُه يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ۔رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ

ترجمه: ابراہیمؒ بن عبد الرحمن العذری کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حاصل کریں گے اس علم (کتاب وسنت) کو ہر آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک لوگ جو دور کریں گے اس سے حد سے گزر جانے والے لوگوں کی تحریف کو اور اہل باطل کی افترا پردازی اور جاہلوں کی تاویلات کو۔ (بیہقی)

تشریح: اس سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں تحریف اور افتراء پردازی ہوتی رہے گی جاہلوں کی طرف سے دین اسلام پر حملے جاری رہیں گے۔ لیکن اسی وقت ایسے علماء حق بھی ہونگے کہ ان لوگوں کی اصلاح کے لیے کتابیں لکھیں گے۔ بیانات کریں گے۔ ان لوگوں کے ساتھ ہاتھ، زبان، قلم کے ساتھ جہاد کرینگے اور دینِ اسلام کی حفاظت جاری رہے گا۔

(اللھم جعلنا مِن عالم عدول)

حق کی کمی اور برائے نام اسلام کا رہ جانا

تشریح: آج کی ساری دُنیائے اسلام پر نظر دوڑائی جائے تو پتہ چلے گا کہ فی الحقیقت دُنیا سے اسلام کی حقیقت نکل چکی ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے کا پتہ نہیں چل رہا کہ واقعی یہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔

ساری دُنیا اسلام کے حکمرانوں نے کبھی بھی اسلام کی ترویج کے لیے کوئی منصوبہ نہیں بنایا نہ مشورہ کیا۔

آج قرآن مجید صرف الفاظوں کے حد تک محفوظ تو ہے لیکن قرآن کے احکامات پر غور کرنا کوئی گوارا نہیں کرتے۔ آج کل مسجدیں آباد اور مزین ہیں۔ لیکن بیشک نبی علیہ السلام کے قول جلیل کے مطابق خراب اور ہدایت سے خالی ہیں۔ آج کل ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مساجد میں مختلف بیانات، منصوبے، مشاورات اور پارٹیوں کے اجلاسات ہوتے ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ کی یاد کی بجائے اپنے مسالک، اپنی پارٹیوں کی آڑ میں بزرگان دین علماء وصلحاء کی توہین اور غیبت کرتے ہیں۔ یا اپنی جماعت بندی کی کوشش میں مساجد اور دوسرے تعلیمات وغیرہ پر تو آباد ہوتی ہے لیکن ہدایت سے پاک ہوتی ہے۔

علماء سو کی بہتات کی وجہ سے علماء حق نہ ہونے کے برابر ہونگے اور یہ علماء بدترین مخلوق ہونگے کیونکہ یہ مقتداء ہیں جب یہ بدعت کو دین کا نام دے دیں تو وہ کون ہوگا جو بدعت کو بدعت اور دین کو دین کہے۔ علماء فتنوں کے محور ہونگے۔ اس وجہ سے آجکل علماء کی کثرت کی بجائے علماء حق ڈھونڈنا چاہیئے۔ علماء حق کی پہچان کرد عبادات، ریاضات سے نہیں بلکہ قرآں وسنت کے اتباع سے جو یہود ونصری کفار مشرکین کے آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھتے ہوں۔ علماء حق کی پہچان خیرالقرون کی اتباع ہے۔ اگر علماء حق نے خیرو القرون کی اتباع کرتے ہوئے زندگی گزاری تو حق ہے ورنہ علماء سوء ہی ہیں یعنی علماء اور مجتہدین کے لیے حقانیت کی دلیل خیرالقرون ہے۔

ترک دُنیا، سیر وسیاحت اور خصی ہونا مضموم اعمال ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لَنَا فِي الْاِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خصى وَلَا اخْتَصٰى اِنَّ خِصَاءَ اُمَّتِيَ الصِّيَامُ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي السِّيَاحَةِ قَالَ اِنَّ سِيَاحَةَ اُمَّتِي الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي التَّرَهُّبِ فَقَالَ اِنَّ تَرَهُّبَ اُمَّتِيَ الْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ انْتِظَارَ الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ: حضرت عثمانؓ بن مظعون کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو خصی ہونے کی اجازت دے دیجئے (اس لیے کہ مجھ کو زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے) آپ نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت میں سے نہیں ہے جو کسی کو خصی (نامرد) کرے یا وہ خصی ہو جائے میری امت کے لیے نامرد ہونا روزہ رکھنا ہے (روزہ سے شہوت افسردہ ہوتی ہے) پھر عثمان بن مظعون نے عرض کیا مجھ کو سیر و سیاحت کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا میری امت کے لیے سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ پھر عثمان بن مظعون نے عرض کیا مجھ کو ترکِ دنیا کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا میری امت کے لیے ترکِ دنیا صرف یہ ہے کہ وہ مسجدوں میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے۔ (شرح السنۃ)

تشریح: اسلام میں خصی ہونا اس لیے تاکہ زنا سے بچ جائے ممنوع عمل ہے بلکہ خصی ہونے کی بجائے روزہ رکھنے سے شہوت کو کمزور کرواؤ۔ سیر و سیاحت فضول پھرنے سے اسلام کی سیر و سیاحت جہاد فی سبیل اللہ میں ہیں۔ ترکِ دنیا اسلام میں مشروع نہیں بغیر کسی عذر کے بلکہ مزدوری کر کے نماز کے وقت سے پہلے مسجد میں جا کر نماز کے انتظار میں چند گھڑی بیٹھنا ترکِ دنیا سے بہتر اور افضل ہیں۔ آج کل ہمارے تبلیغ والوں نے ترکِ دنیا اختیار کی ہے۔ کمائی، کاروبار وغیرہ چھوڑ کر نصف زندگی پوری زندگی کے نام سے سر اکثر کو اوقات دے کر زندگی گزار رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں۔ اور وہ نیک کام کر رہے ہیں کہ وہ فی سبیل اللہ میں جہاد کر رہے ہیں وہ غیر مشروع عمل کر کے اپنے آپ کو مجاہدین فی سبیل اللہ سے بھی افضل اور اعلیٰ سمجھ رہے ہیں اس وجہ سے تو بدعت حرام اور گناہ کبیرہ ہے کہ بندہ چلتے چلتے آخر کار نبوت کا دعویدار ہو جاتا ہے ورنہ الہامات اور ولایت تو کدھر گیا بھی نہیں۔

مراکزوں میں رہبانیت کی زندگی گزارنے کا کیا مطلب؟

اُمت میں اختلاف کے وقت جو فتنے پیدا ہو جائیں اُس کا سدباب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَکْرٍ بَعْدَهٗ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا رَاَيْتُ اَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے جن لوگوں کو کافر ہونا تھا وہ کافر ہوئے (اور حضرت ابوبکرؓ نے لڑنے کا ارادہ کیا) تو عمر بن الخطابؓ نے ان سے کہا تم لوگوں سے کیوں کر لڑو گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ، مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑوں جب تک وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہیں۔ پس جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا (یعنی اسلام قبول کر لیا) اُس نے مجھ سے اپنی جان اور اپنے مال کو بچا لیا مگر اللہ تعالیٰ اور اسلام کا حق اس پر باقی رہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم میں اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور

زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے نماز نفس کا حق ہے) خدا کی قسم اگر مجھ کو بکری کا بچہ دینے سے لوگ منع کریں گے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان کے انکار کرنے پر لڑوں گا۔ عمرؓ نے کہا قسم ہے اللہ کی بات کچھ نہ تھی مگر یہ کہ میں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے سینہ کو کھول دیا ہے لڑنے کے لیے۔ اس کے بعد مجھ کو معلوم ہو گیا کہ ابو بکرؓ کی رائے درست ہے۔ اور (بلاشبہ) وہ حق پر تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: جہاد کرنے میں اختلاف آج سے ہزاروں سال پرانی ہے لیکن کامیابی و کامرانی اور غلبہ اُن لوگوں کو حاصل ہوا جس نے اس راہ حق کو اختیار کیا۔ دیکھیں جائیں خلیفہ اول کے زمانے میں خلیفہ دوم کا مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد نہ کرنے پر اختلاف کیونکہ وہ کلمہ پڑھنے والے تھے لیکن قربان جائیں صدیق اکبرؓ پر جس کی دوٹھوک الفاظ سے حضرت عمرؓ کو تسلی ہوئی اور دل صاف ہو کر بعد میں صدیق اکبرؓ کے اس عمل پر اپنی ساری زندگی کے اعمال دینے پر تیار تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے ثابت کر دیا کہ کسی فرض عمل سے روگردانی اور غلط تاویل یا بالکل انکار کی وجہ سے کسی لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ قتال فی سبیل اللہ واجب عمل ہے۔ اس وجہ سے تو دوسرے آنے والے احادیث (پیشن گوئی کے ضمن میں) میں آپ پڑھیں گے کہ نبی علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے جو مسلمان ہونگے قرآن پڑھنگے نماز پڑھینگے لیکن دین کی غلط تشریحات و تاویلات کی وجہ سے فرقہ باطل ہو کر جہاد کرنے کا مستحق ہونگے۔

تو آج ہم بھی نظر دوڑائیں کہ کیسے ہم نے قرآن کی بہت سے فرض عین والی باتیں چھوڑ کر کسی عالم کو بزرگ کا نام دے کر اُس کے قول کو دلیل بنا کر بدعت پر عمل شروع کر دیا۔ ابتدائی دور سے لے کر آج تک جتنے فتنے ظہور میں آئی اُس کا ایک ہی حل تھا وہ قتال فی سبیل اللہ ہے جو اصحاب کرامؓ نے ثابت کر دیا ہمیں بھی سوچنا چاہئے۔

(فاعتبروا یاولی الابصار)

جہاد بغیر خون ریزی کے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَی النِّسَآءِ جِهَادٌ قَالَ نَعَمْ عَلَیْهِنَّ جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِیْهِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا عورتوں پر بھی (جہاد) فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں خون ریزی نہیں ہے اور وہ حج اور عمرہ ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتی ہے کہ کوئی ایسا جہاد بھی ہے جس میں خون ریزی نہ ہولیکن اس حدیث پاک میں یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ ایسا جہاد صرف اور صرف عورتوں کے لیے مختص ہے۔ یعنی بغیر خون ریزی کے جہاد عورتوں کا کام ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے دو جملے قابل غور وفکر ہیں۔

نمبر1: عورتوں کے لیے ایسا جہاد جس میں خون ریزی نہ ہو اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاد صرف بمعنیٰ قتال اور خون ریزی میں ہے ورنہ کیوں نبی علیہ السلام نے صرف عورتوں کے لیے خاص کیا۔

نمبر2: اگر مرد حضرات عورتوں والے اعمال اختیار کریں جس میں قتل اور خون ریزی نہ ہو تو ایسے اعمال کا کیا کریں گے اور اس کا کیا حکم ہوگا۔ علماء کے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔

جہاد کب سے کب تک

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِّنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ الْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا تُکَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَّلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَّالْجِهَادُ مَاضٍ مُّذْ بَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِلٰی اَنْ یُّقَاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ لَا یُبْطِلُهٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَّلَا

عَدْلُ عَادِلٍ وَّ الْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدُ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں ۔((1 جس شخص نے اپنی زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہے، تو اس کو تو کسی گناہ کے سبب کافر قرار نہ دے اور نہ اسلام سے خارج ٹھہرا ((2 خداوند تعالیٰ نے جب سے مجھ کو مامور کر کے بھیجا ہے (اُس وقت سے) جہاد ہمیشہ جاری رہنے والا ہے یہاں تک کہ اس امت کا آخری (شخص یا گروہ) دجال کو قتل کر دے نہ تو کوئی ظلم کرنے والا ظالم اس کو ترک کرے اور نہ انصاف کرنے والا منصف ۔((3 اور تقدیروں پر کامل ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث مبارکہ کے مضامین عظیم ترین عمل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جہاد و قتال کرنی ہے تو کس سے؟ جس نے کلمہ پڑھا ہو اور اس کے سارے پہلو پر ایمان لایا ہو تو اُس کو کسی عمل پر کافر مت ٹھہراؤ کسی گناہ کے سبب کوئی کافر یا مرتد نہیں ہوتا بلکہ کفر عقیدہ کی فساد کی وجہ سے لازم آتا ہے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سے میں مبعوث کیا گیا ہوں تب سے میں جہاد (قتال) پر مامور کیا گیا ہوں اور یہ جہادی عمل میرے بعد جاری رہے گا حتیٰ کہ میرے آخری اُمتی دجال کے ساتھ قتال کریں گے اور یہ جہاد کبھی بھی ختم نہیں ہوگا سبحان اللہ جب سے نبی علیہ السلام کو جہاد کا کام سپرد کی گئی ہیں اس حدیث مبارکہ میں یہ بات واضح ہے کہ جہاد صرف بمعنی قتال ہی شمار کر سکتے ہوں کیونکہ ابتداء میں جہاد کا لفظ ایا ہے اور اخر مین قتال کا لفظ اُیا ہے۔

****

فرقہ باطلہ کے بارے میں پیشن گوئی

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ اِخْتِلَافٌ وَّ فُرْقَۃٌ قَوْمٌ یُّحْسِنُوْنَ الْقِیْلَ وَیُسِیْئُوْنَ الْفِعْلَ یَقْرَءُوْنَ

الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِیَّةِ لَایَرْجِعُوْنَ حَتّٰی یَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلٰی فُوْقِهٖ هُمْ شَرَّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ طُوْبٰی لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ یَدْعُوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰهِ وَلَیْسُوْا مِنَّا فِیْ شَیْئٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ کَانَ اَوْلٰی بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاسِیْمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِیْقُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ اور انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں اختلاف وافتراق پیدا ہوگا۔ ان میں سے ایک فرقہ ایسا ہوگا جو بات اچھی کہے گا لیکن اس کا عمل بُرا ہوگا۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا (یعنی اُن پر قرآن پڑھنے کا کوئی اثر نہ ہوگا) وہ مذہب (اسلام) سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے وہ مذہب کی طرف اس وقت تک واپس نہ آئیں گے جب تک تیر اپنے سُوفار کی طرف واپس نہ آئے گا یہ لوگ بدترین مخلوقات میں سے اور جانوروں میں سے ہوں گے۔ خوش خبری ہے ان لوگوں کو جو ان کو قتل کریں اور وہ ان کو قتل کریں (یعنی ان کو قتل کرنے کی صورت میں وہ غازی ہوں گے اور ان کے ہاتھوں خود قتل ہونے کی صورت میں (شہید) یہ لوگ آدمیوں کو خدا تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلائیں گے (اور سنتِ رسولؐ اور احادیث نبوی ﷺ کو ترک کرنے کی ترغیب دیں گے) وہ ہم میں سے نہیں ہیں یعنی کسی بات میں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ جو شخص ان کو قتل کرے گا۔ ان میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے قریب ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی شناخت کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا سر مُنڈانا۔

تشریح)(1: اس حدیث پاک کو پڑھیے اور بار بار پڑھیئے اور آج اس زمانے میں فرقوں پر غور وخوض کیجئے۔ ان شاء اللہ خود بخود راستہ صاف ہو جائے گا۔ اختلاف کی زیادتی کی وجہ سے فرقوں کی تعداد زیادہ ہوجائے گی۔ تو نبی علیہ السلام کی اُمت میں ان سارے فرقوں میں

ایک فرقہ ایسا بھی ہوگا۔ جو بات اچھی کہے گا لیکن اُسکا عمل بُرا ہوگا۔ عملی طور پر بُرے شخص کا قول کس طرح اچھا ہوسکتا ہے لیکن پتہ چلا کہ لوگوں کو اپنی دین اور مذہب میں پھنسانے کے لیے اچھی اچھی باتیں کرینگے۔ باتوں سے شائستگی، رواداری اور ہمدردی ٹپکتی رہے گی لیکن عمل کے لحاظ سے بدعتی ہونگے یہ لوگ خود بدعت پر عمل کرینگے یہاں اگر (یسیئون الفعل) سے مُراد ہم صرف مشہور بُرے اعمال (شراب نوشی، جھوٹ وغیرہ) لے لیں تو اس کو ہر شخص پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ مشہور سوء اعمال ہیں لیکن اس حدیث مبارکہ سے مراد قرآن وسنت کے خلاف بدعتی اعمال ہیں کیونکہ اچھی باتیں کہنے والے فسق فُجور پر مشہور شخصیت والے کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کیونکہ جھوٹ، زنا، غیبت وغیرہ ایسے گناہ کبیرہ ہیں جس کی وجہ سے اچھی بات پر بندہ مشہور نہیں ہوسکتا لیکن بدعتی اکثر وبیشتر بہت زیادہ خوشامد کرنے والا اور اچھی اچھی باتیں کہنے والا ہوتا ہے۔ تجربہ کر کے دیکھیں۔

تشریح (2: میری اُمت میں اختلاف وافتراق پیدا ہوگا۔ لوگ آپس میں اختلاف و افتراق کو ہوا دینگے اور اپنی اغراض کے لیے اُمت کے اتحاد کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ جملہ کہ یہ فرقہ باتیں تو اچھی کرے گا۔ ماقبل، جملہ کی وضاحت اور بیان ہے یعنی اُمت میں جو لوگ اختلاف وافتراق پیدا کرینگے۔ اُس کی ایک خاص علامت بڑی اچھی اچھی باتیں ہیں اور عملی طور پر بہت بُرے زبان سے یہ ظاہر ہوگا کہ پوری اُمت میں یہی لوگ ہیں جو دین کے شیدائی ہیں، خدا اور رسول ﷺ کے سچے اطاعت گزار ہیں۔ لیکن اُن کے عمل و کردار کا یہ حال ہوگا کہ وہ اپنی اغراض کے لیے مسلم دشمن کا آلہ کار اپنے نفس کے غلام اپنی خواہشات کے بندے بدعت میں مبتلا ہونگے اور اُن کا بنیادی مقصد اتحادِ اُمت کے نام سے اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہوگا۔ یقرؤن القرآن یہ جملہ استیغاف ہیں یعنی الگ جملہ ہیں جو ماقبل کی تشریح کرتا ہے۔ یا یہ جملہ بدل ہیں یا نفس اختلاف کی وضاحت مُراد ہے قرآں مجید کا پڑھنا عمل کی نیت سے نہیں بلکہ اپنے اپنے طرز پر مفہومات وتشریح کرینگے۔ سنتِ نبوی سے اپنے آپ کو بے بہرہ رکھیں گے۔

قرآن کریم کی جن باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے وہ ان پر عمل نہیں کریں گے اور اللہ تعالٰی ان لوگوں کی تلاوت زمین سے اوپر نہیں اُٹھائے گا حتیٰ یرتد السھم علیٰ فوقہ:

یہ تعلیق بالمحال ہے یعنی کبھی بھی گمراہی سے بدعت سے واپسی نہیں ہو سکتے۔

سر منڈانا اس جماعت کی ایک خاص علامتوں میں سے ایک علامت ہوگی۔ اگرچہ سر منڈانا گناہ نہیں بلکہ بعض مقامات میں سر منڈانا یا کتروانا واجب امر ہے۔ یعنی حج وعمرہ کے بعد لیکن اس جماعت کے اکثر وبیشتر (اکثر ہم حکم کل) لوگ حلق کریںگے۔ یہاں حلق سے مراد حلقے میں بیٹھنا بھی ہے۔ یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص فرقے کی نشاندہی کرتا ہے وہ ہے منکرین احادیث لیکن اس حدیث شریف کی چند جزئیات تبلیغ والوں پر بھی ثابت ہوتی ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہیں۔

(1) یحسنون القیل: اچھی باتیں کریں گے۔ روئے زمین پر دیکھ لو جماعتیں ڈھونڈ لو تبلیغ والوں کے سواء کوئی جماعت آپ کو نہیں ملے گی۔ جو ایسی اچھی اچھی باتیں کریں۔ ان لوگوں کے بیان یا تکیہ کلام بھی اچھی باتیں ہیں۔ وہ ہے میرے دوستوں بزرگوں عزیز بھائیو!"

انتہائی ہمدردانہ لہجہ، بھائی صاحب، بھائی صاحب بولتے ہوئے لوگوں کو مسحور کرتے ہیں۔ آخر الذکر اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہوگا کہ مسلمانوں کے فرقوں اور جماعتوں میں کوئی بھی ایسی جماعت نہیں ہے جو اس جماعت کی طرح اچھی باتیں کریں۔ اگرچہ ان کے اعمال میں اختلاف ہوگا۔

یسیئون الفعل:

برے اعمال والے ہونگے۔ اب تبلیغ والوں کے تو اعمال اچھے ہیں۔ اس وجہ سے تو لوگوں کی نظروں میں اچھے ہیں۔ نماز، روزہ، وغیرہ کی پابندی، داڑھی، مسواک وغیرہ کی پابندی تو یہ اعمال کب برے ہیں۔ ہم ان لوگوں کی اس انفرادی عمل کو کبھی بھی بُرا نہیں کہہ

سکتے۔لیکن اس جماعت کی جو اجتماعی وجود ہیں اور اجتماعی طریقہ کار اور اجتماعی سوچ ہے وہ قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔اس وجہ سے نتیجہ ان لوگوں کی نماز، روزہ، مسواک، داڑھی پر نتیج نہیں ہوتا بلکہ نتیجہ مرتبہ ہے۔جماعت کی اجتماعی محنت پر اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے ایسی جماعت کی پیشن گوئی اس طرح فرمائی ہے کہ اس جماعت والے اجتماعی طور پر اچھی اچھی باتیں کرینگے اور ان کا اجتماعی کام بُرا ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کام کے بابت کوئی ارشادات نہیں ہونگے۔اجتماعی طور پر اس جماعت میں جو بھی نکلے گا اس کا حصہ بنے گا مثلاً ایک جماعت بن گئی۔علماء کی جماعت 10 بندے ہیں سارے علماء ہیں ایک بھی امی نہیں ہے اور ان علماء کی جماعت کی تشکیل علماء کے مدرسے میں ہوئی۔اب وہاں پر یہ علماء اُن علماء کو اپنے مخصوص اوقات میں وہی اجتماعی ہیت والے اعمال کرائینگے۔یعنی چھ نمبر، تعلیم فضائل اعمال سے، اعلانات، بیانات وغیرہ وغیرہ۔اپنی طرف سے کوئی بھی دین کی بات نہیں کرسکتا مثلاً مدرسے کے لیے چندے کی بات کریں، مدرسین اماموں وغیرہ کے بارے اجتماعی طور پر بات نہیں کرسکتا۔ بلکہ یہ جماعت تبلیغ کے ان سارے اُصولوں کے پابند ہیں جو دوسرے جماعتیں ہیں تو ایسی جماعت کی اصل اور مقصدی چیز اجتماعی ہیت ہے۔انفرادی طور پر یہ لوگ اچھے ہوں یا بُرے ہمارا اس سے کوئی کام نہیں ہے۔

نمبر3: یقرءُون القرآن:

قرآن مجید کا پڑھنا ثواب کا کام ہے۔ اللہ جل جلالہ کے کلام کے پڑھنے والوں کو کوئی بھی بُرا نہیں کہہ سکتا کیونکہ قرآن کا پڑھنا، قرآن ہی سے ثابت ہے اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا خبردار یہ لوگ قرآن پڑھیں گے ان کے مرکزوں، مساجدوں میں قرآن پڑھنا اور پڑھایا جائے گا۔ حقیقت میں قرآن کا پڑھنا ایک عظیم کام ہے۔اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے اس جماعت کی بالکل حقیقی ڈھانچہ بیان فرمایا کہ یہ جماعت یہ عظیم کام کریگا لیکن خبردار رہنا مغالطہ نہ لگے اِن لوگوں کی تلاوت قرآن تم کو مغالطے میں نہ ڈالے کیونکہ

لایجاوز تراقیھم: لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ جائیگا قرآن کو پڑھتے ہوئے بھی قرآن کے خلاف عمل کریگا اور خلاف شرع اعمال پر لوگوں کو اُبھارے گا۔ اصل اعمال ہوتے ہیں۔ اعمالوں میں عظیم اعمال اجتماعی اعمال ہیں تو اس جماعت کی اجتماعی اعمال بُرے ہونگے۔

آج تبلیغ والوں کی اجتماعی ہیت یہ ہے:

(1) تشکیل: یہ لوگ تشکیل کے نام پر نکلتے ہیں اور ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جا کر وہاں کچھ دین کی باتیں کرتے ہیں۔ اس شکلِ تشکیل کو یہ لوگ اللہ کے راستے میں نکلنے سے موسوم کر کے اسلام کی اصل تشکیل اور اصل طریقہ مفقود ہو جاتا ہے۔

(2) ہجرت: اسی تشکیل کو یہ لوگ ہجرت کا نام بھی دیتے ہیں جو اسلام میں اصل ہجرت ہیں اُس کو مسخ کر کے اپنی ہجرت کو صحابہؓ کی ہجرت کی مانند گردانتے ہیں۔

(3) دینی محنت: اس تشکیل کو دینی محنت کا نام بھی دیتے اور اجتماعی طور پر لوگوں کو کہتے ہیں۔ کہ بھائی دین کی محنت کرو۔

(4) سہ روزہ، چلے، چار مہینے، سال نصف زندگی، پوری زندگی وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو ان لوگوں کی پوری چلت پھرت اس مقصد کے لیے ہیں اور یہ تمام اعمال سنت کے خلاف بدعتی اعمال ہیں۔ اعلانات، بیانات، تعلیمات وغیرہ کے نام پر یہ لوگ اعمال کرتے ہیں لیکن یہ مخصوص ہو کر مخصوص چیز کے لیے ہوتی ہے۔ جو حدیث نبوی ﷺ کے اس الفاظوں کے مصداق بن جاتے ہیں۔ لایجاوزِ تراقیھم۔

یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیۃ لایرجعون حتیٰ یرتد السھم علی فوقہ

قرآن کریم کو پڑھتے ہوئے اس کے غلط تاویلات کرنا اور اپنی مقاصد کے لیے اس کو استعمال کرنا یقیناً گمراہی اور دین سے نکلنا ہیں۔ اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ دین والے ہونگے کیونکہ گھر سے نکلے ہوئے شخص وہ ہوتا ہے جو گھر کے اندر سے نکل کر باہر آئے۔

تو یہ لوگ دین والے ہونگے اور دین سے نکلیں گے۔ فاسد تاویلات کی وجہ سے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس کام میں نکلے ہوئے لوگوں کے نظریات اقوال و افعال میں فوراً تبدیلی آجاتی ہے۔ یہ نظریاتی تبدیلی اتنی تیز تر ہوگی جس طرح تیر کمان سے تیز نکلتی ہے اور نظریاتی تبدیلی کی وجہ سے واپسی اتنی مشکل ہے۔ جس طرح تیر کمان کی طرف واپس آنا یعنی یہ لوگ اسلام کی اجتماعی ہیت سے نکل کر کبھی بھی اجتماعی ہیت کی طرف نہیں آسکتے ہیں بالکل اپنے آپ کو ایک بڑی اجتماعی اور داعی اور خیر اُمم جماعت کہے گا تو اپنے آپ کو منصب نبوت پر بیٹھنے والا کب دین کا طالب علم بن کر سختیاں برداشت کرسکتا ہے۔ اور یہ کارِ نبوت کو چھوڑ کر چھوٹے موٹے کام میں کبھی بھی نہیں لگے گا۔

آگے ایک دوسری حدیث بھی اس حدیث کی تائید میں ان شاء اللہ آئے گی۔

ھم شر الخلق: بدترین لوگ ہونگے بوجہ ظاہر گناہ کا کام نہ کریں گے بلکہ اسلام کی ہیت کو تبدیل کرنے کی وجہ سے کیونکہ یہ جماعت غیر کے آلہ کار بنے ہوئے بھی کبھی بھی یہ خیال نہیں کریں گے کہ ہم غلط کام کر رہے ہیں بلکہ جب بھی واپس آئیں گے اپنے اسی بدعتی کام کے کرنے میں کوتاہی پر استغفار کریں گے اور یہ کام بُرا نہیں بلکہ کارِ نبوت سمجھیں گے۔

تو آج دعوت تبلیغ والا بدعتی کام جو ہم کو انگریز نے اسلام کی اصل اور مقصدی کام کے نعم البدل میں دیا ہے کیونکہ جماعت والے اس کام کو انبیاء علیہ السلام کا کام سمجھ کر کر رہے ہیں جہاد فی سبیل اللہ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے جتنے فضائل اور اعمال ہیں اُس کو اسی الیاسی محنت پر ہی منحصر (فٹ) کرتے ہیں۔ بہر حال دین کے نام پر جعلی دین بنانے والا یقیناً بڑے گمراہ کن ہونگے اور ہیں۔

آج اس جماعت والے جعلی مجاہدین ہیں۔ تشکیل، ہجرت، نصرت، فی سبیل اللہ، خروج، گشت، پہرہ وغیرہ وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو بالکل 100 فیصد بھی الفاظ جہاد فی سبیل اللہ میں موجود ہیں۔ اس وجہ سے لوگوں کو اصلی اور جعلی مجاہدین میں مغالطہ ہوگیا اور اسی طرح یہ لوگوں کو دین ہی

کے نام پر گمراہ کرنے لگے۔

داعی الی اللہ والی گمراہ جماعت

یدعون الیٰ کتاب اللہ ولیسو منافی شیئ:

اس جماعت کا سب سے بڑا اور اہم کام دعوتِ الی اللہ یا دعوت الی کتاب اللہ (جو ایک ہی بات ہے) ہوگا۔ چونکہ سنتِ رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ اکثر و بیشتر اعمال جہاد ہی کی ہیں اس وجہ سے سنتِ رسول اللہ ﷺ کی بجائے قرآن مجید کی چند آیات کا مجموعہ بنا کر دلائل میں پیش کریں گے۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ داعی اِلیٰ اللہ والی جماعت کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا یہ کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ یہ جماعت والے خود بھی دعویٰ کرینگے کارِ نبوت والے کام کا اور لوگ بھی سمجھیں گے کہ آج کل راہِ نجات صرف یہی نبوت والا کام ہے اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا دعویٰ باطل اور دلائل بے وزن ہونگے نہ یہ میرے طریقے کی طرف دعوت دینگے اور نہ یہ میرے مثل دین پر عمل کرینگے بلکہ ایک چیز میں بھی ہمارے مثل نہ ہونگے۔

آج یہ جماعت نماز، روزہ، ذکر وغیرہ والی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ جماعت دعوتِ تبلیغ والی جماعت ہے یعنی اس جماعت کا آخری مقصد اس کام میں تشکیل کرنا ہے۔ اصل مقصود یہی ہے۔ رائے ونڈ کے اندر کارگزاری میں یہ نہیں پوچھتے کہ کتنے نمازیں پڑھیں اور کتنے روزے رکھے بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ 24 گھنٹے والے اعمال پر کتنے مساجد آباد کیے اور دعوتِ تبلیغ میں کتنے لوگوں کو نکالی تو اس جماعت کی محنت کا اصل مقصود اسی کام میں لوگوں کو نکالنا ہے اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے اس کام کو رد فرمایا۔ ولیسو منافی شیئ۔ منا سے مُراد اگر ہم انبیاء علیہ السلام کی جماعت لے لیں تو بھی ٹھیک ہے کیونکہ اکثر و بیشتر اس جماعت کا دعویٰ یہی ہے کہ ہم انبیاء علیہ السلام کا کام کر رہے ہیں۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں دعویٰ کے مطابق اس کا کام نہ ہوگا۔

اس سے صاف ظہار ہے کہ جو بندہ حفظِ قرآن کا دعویٰ کرے تب حافظِ قرآن اس کو کہہ

سکتا ہے کہ نہیں تو حافظِ قرآن نہیں ہے۔ اور اگر کوئی حافظ قرآن ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور حافظ قرآن اس کو کہے کہ نہیں تو حافظ قرآن نہیں تب تو غلط ہے یعنی بوجہ دعویٰ رد ہوگا۔ کیونکہ جب اُس نے دعویٰ نہیں کیا پھر کیوں خوامخواہ اُس کو کہنا پڑتا ہے کہ تو حافظ قرآن نہیں ہے اس وجہ سے یہ جماعت والے دعویٰ کرینگے کہ ہم نے انبیاء علیہ السلام یا صحابہ کرامؓ کی محنت کو زندہ کیا ہے۔

مِنّا سے مراد صحابہ کرامؓ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ جماعت باوجود دعویٰ کے نہ انبیاء علیہ السلام والی جماعت کے ساتھ کسی چیز میں مشابہت رکھے گی اور نہ صحابہ کرامؓ والی جماعت کے ساتھ کسی چیز میں مشابہت رکھے گی۔

بقول طارق جمیل صاحب کے (مسجدِ عائشہ فیصل آباد کے بیان میں):

کہ بدر، اُحد، خندق ہمارے ہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی سے ہمیں کوئی راستہ نہیں ملے گا ہمیں پیچھے جانا پڑے گا۔ بنی اسرائیل سے ہمیں راستہ ڈھونڈنا ہوگا۔

خلاصہ کلام اور اس جماعت کی پہچان کی بڑی نشانی:

اس جماعت کو ہم کس طرح پہچانیں گے کہ اس کا قول بہتر ہوگا اچھی اچھی باتیں کہنے والے قرآن مجید کو پڑھنے اور پڑھانے والے دعوتِ اِلی اللہ کرنے والے اتنے اچھے کام کرنے والوں کی پہچان کہ یہ باطل جماعت ہے یقیناً مشکل ہے تو اس سبب سے کسی صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ماسیماھم اس کی نشانی کیا ہوگی لوگ کسی خاص نشان پر پہنچانے جاتے ہیں۔ حاجیوں کو دیکھا ہوگا کہ حرم میں ہر قوم کا اپنا اپنا لباس ہے سارے مسلمان حاجی اور نمازی ہوتے ہیں لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ انڈونیشی، ملائشی، ہندوستانی، ترکی اور عراقی ہیں بسبب ولباس میں کچھ علامت کی وجہ سے۔ اس وجہ سے عرض کیا گیا کہ ان لوگوں کی پہچان کس چیز پر ہوگا جو اُس کی خاص نشانی ہوگی۔ تو نبی علیہ السلام فداہٗ نفسی واُمی وابی نے فرمایا:

التحلیق سر منڈھائیں گے۔

تحلیق لغت میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اتفاقاً دونوں ہی تبلیغ والوں میں

100فیصد پائے جاتے ہیں۔

(1) تحلیق سرمنڈانا

(2) تحلیق حلقے میں بیٹھنا

ناظرین کرام آج روئے زمین کے مسلمانوں پرنظر دوڑائیں اور تجربہ کریں یقیناً آپ کو نظر آئیں گے کہ اس جماعت کے علاوہ آج اس حدیث مبارکہ کے چند جزئیات کی مصداق کوئی جماعت نہیں ہے۔سرمنڈانے میں اوّل نمبر پر ہیں۔ بقول مولانا احمد بہاولپوری رائے ونڈی جو ایک سالانہ اجتماع رائے ونڈ میں بیان کر رہا تھا (تصدیق کے لیے 2007،2008 والی کیسٹ سن لیں) کہ بالوں کو چھوڑنے والے جہنم میں جب ڈالے جائیں گے۔تو فرشتوں کوانہیں جہنم میں ڈالنے میں آسانی ہوگی کہ جلدی سے بالوں سے پکڑیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے۔یعنی اس سے مراد ان کا لوفر لفنگے نہیں تھے کیونکہ اُن کے اصولوں کے مطابق نئے نئے لوگوں کے لیے وہ سخت باتیں نہیں کرتے بلکہ اس سے مراد اُن کا مجاہدین حضرات تھے کیونکہ یہی لوگ وہ اسلام سے نکلی ہوئی جماعت سمجھتے ہیں۔بہرحال بغیر تخصیص کے بالوں کے بارے میں ایسے نازیبا کلمات کہنا اس بات کی تصدیق ہیں کہ سرمنڈھانا ان لوگوں کا شعار بن گیا اور حدیث کے مطابق یہ نشانی ان لوگوں کی پہچان ہوگی۔یعنی تبلیغی جماعت میں نکلے ہوئے لوگوں کا اول کام سرمنڈانا ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر دوست ناظرین نے دیکھے ہوں گے کہ ان کے سرمنڈے ہوئے ہیں۔ناظرین تجربہ کریں پرانے ساتھی سارے کے سارے سرمنڈھے ہوئے ملیں گے۔تحلیق سے مراد اگر حلقے گروہ درگروہ مراد لے لیں تب بھی دُنیا بھر میں ایسی کوئی جماعت مسلمین نہیں ہے جو اتنی زیادہ حلقے میں بیٹھتی ہو جس کی وجہ سے یہ حلقے میں بیٹھنا اس کی نشانی بن جائے۔جس طرح دعوت تبلیغ والے بیٹھتے ہیں۔ تو اس حدیث نبوی کے چند جزئیات میں یہ جماعت واضح نظر آتی ہیں اگر ہم اسکیلئے تاویلات کرتے ہیں کہ یہ منکرین حدیث والی جماعت ہے اگر وہ سو فیصد ہے تو ہمار تبلیغ والے اسکی مصداق ۵۰ فیصد ضرور ہوگی۔

(وما علینا الا البلاغ المبین)

ہمیشہ تشکیلیں کرنے والی سر منڈھانے والی قرآن پڑھنے والی خوارج کی مانند جماعت

وَعَنْ شَرِیْکِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ کُنْتُ اَتَمَنّٰی اَنْ اَلْقٰی رَجُلاً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِیْتُ اَبَا بَرْزَةَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فِیْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ الْخَوَارِجَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنَیَّ وَرَاَیْتُهٗ بِعَیْنَایَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهٗ فَاَعْطٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَمَنْ شِمَالِهٖ وَلَمْ یُعْطِ مَنْ وَرَائَهٗ شَیْئاً فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهٖ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِی الْقِسْمَةِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَبْیَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِیْدًا وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِیْ رَجُلاً هُوَ اَعْدَلُ مِنِّیْ ثُمَّ قَالَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ کَاَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ یَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ سِیْمَاهُمُ التَّحْلِیْقُ لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی یَخْرُجَ اٰخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ۔

(رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

ترجمہ: حضرت شریک بن شہابؓ کہتے ہیں کہ میں اس امر کا آرزومند تھا کہ نبی ﷺ کا کوئی صحابیؓ ملے تو میں اس سے خوارج کا حال دریافت کروں (یعنی خوارج جو آج کل پائے جاتے ہیں کیا ان کی نسبت نبی ﷺ نے کچھ فرمایا تھا؟) چنانچہ میں عید کے دن ابو برزہؓ سے

ان کے دوستوں کے ساتھ ملا۔ میں نے ان سے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو بھی خوارج کا ذکر کرتے سنا ہے؟ کہا ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے کانوں سے فرماتے سنا ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال لایا گیا آپ نے اس کو تقسیم کیا اور اپنے دائیں جانب کے آدمیوں کو دیا اور بائیں جانب کے آدمیوں کو دیا اور (جو لوگ پیچھے بیٹھے تھے ان کو کچھ نہ دیا) حضور ﷺ کے پیچھے سے ایک شخص اٹھا اور کہا "اے محمد ﷺ! تم نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا"۔ یہ شخص کالا تھا بال منڈے ہوئے تھے اور وہ دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر) غضب ناک ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم میرے بعد تم کسی شخص کو مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا نہ پاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی۔ یہ شخص اسی قوم میں سے ہے وہ قوم قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ جائے گا وہ اسلام سے اس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، اس کی علامت سر منڈانا ہوگا ہمیشہ نکلتی رہے گی یہ قوم یہاں تک کہ ان کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ خروج کرے گا۔ پس جب تم ان سے ملو ان کو مار ڈالو وہ آدمیوں اور جانوروں میں بدترین لوگ ہیں۔ (نسائی)

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں جس باطل جماعت کا ذکر کیا گیا ہے اُس کی مشہور و معروف صفات کا ذکر کیا گیا ہے اس زمانے کے خوارج کیسے تھے اور اُن کے اعمال کیسے تھے لیکن یہاں نبی علیہ السلام نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ قابل غور ہے کہ

"یخرج فی آخر الزمان قوم کان ھذا منھم

یعنی آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی اور یہ شخص اُس قوم سے تعلق رکھتا ہے یعنی اسی شخص کے مانند آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی۔ اب اس سے مراد اگر خیر القرون میں نکلے ہوئے باطل فرقے خوارج وغیرہ لے لے تو آخر الزمان کا کیا مطلب۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانے میں کچھ افراد ملتے تھے جو دین سے خفیہ عداوت رکھتے تھے لیکن ظاہر میں باتوں کے علاوہ

کچھ نہیں کر سکتے تھے۔اس وجہ سے فرمایا گیا کہ آخری زمانے میں پوری ایک جماعت اور قوم اسی شخص کی مانند ہوگی جس کے صفات مندرجہ ذیل ہونگے۔

قرآن پاک کی تلاوت کرینگے۔ایسی ہی حدیث پہلے گزر چکی ہے تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔ اس حدیث میں اس گروہ کی سب سے بڑی نشانی جو دوسرے احادیث میں موجود نہیں ہے وہ خروج ہے۔

خروج بمعنی تشکیل:

یعنی اس جماعت کا سب سے بڑا عمل تشکیل ہوگا۔لا یزالون خروج یعنی اُس کی تشکیلوں کو زوال نہیں آئے گا بلکہ جب سے یہ فتنہ ظاہر ہو جائے تو ہمیشہ ہی نکلتی رہے گی۔یہاں تک کہ اس کا آخری جماعت مسیح الدجال کے ساتھ نکلے گا۔

اس حدیث مبارکہ کی پیش گوئی کے مطابق مندرجہ ذیل چیزیں ہیں جو اس جماعت میں پائی جائیں گی۔

(1) قرآن پاک پڑھ کر عمل نہ کرنا

(2) اسلام میں ہو کر واپس (باہر) نکلنا

(3) سر منڈانا یا حلقے میں بیٹھ کر اعمال کرنا

(4) مسلسل خروج کر کے مسیح الدجال کے زمانے تک تشکیلیں کرنا۔

خوارج مشہور کی کوئی جماعت تشکیلوں پر نہ مشہور ہے نہ اُس کا تشکلیں دجال تک جاری ہے۔نہ کوئی دوسرا فرقہ یا جماعت تاریخ اسلام اور فرقہ باطلہ میں نہیں ملا ہے اور نہ مل سکے گا۔بلکہ ان خصلتوں کی جو جماعت ہیں وہ دعوتِ تبلیغ والی جماعت ہے۔کیونکہ اس جماعت میں اکثر و بیشتر دیوبندی عقائد والے نکلتے ہیں جو دین اسلام پر کاربند لوگ ہیں جب یہ دین والے تبلیغ میں داخل ہوتے ہیں تو تیر کی طرح اسلام سے نکل جاتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کو اپنی سابقہ ساری عمر تباہ اور سابقہ ساری محنت فضول دکھائی دیتی ہیں۔جس کی وجہ سے تبلیغ کی رنگ میں رنگتے ہوئے اسلام

کی رنگ سے ہمیشہ کے لیے صاف ہو جاتے ہیں۔تو یہ دین سے تیر کی مانند نکلنا ہوا۔قرآن پاک کی تلاوت اور تقاریر میں قرآن کا پڑھنا ان لوگوں کا شیوہ ہے لیکن قرآن کی آیتوں کا زرا برابر پرواہ نہیں کرتے ہیں بلکہ حاجی صاحب اور حضرت جی صاحب یا بزرگان صاحبان کے اقوال کو بہت ترجیح دیتے ہیں۔قرآن پاک کی صریح احکامات کے مقابلے میں بزرگ کے قول بالا اور افضل بجھتے ہیں۔قرآن پاک کو پڑھ کر پرویزیوں کی طرح اس کی تشریحات کرتے ہیں۔ یا قرآن کے آیت کو آدھ تیتر آدھ بٹیر کے مصداق بناتے ہیں یعنی آدھا پڑھتا ہے اور آدھا چھوڑتا ہے۔

حلقے میں بیٹھنا یا سر منڈانا اور تشکیلیں کرنا اس جماعتِ دعوت تبلیغ کا اصل عمل یہی ہے۔ اس جماعت کی صبح چھ نمبر کے آخر میں اصل تشکیل ہے۔ تعلیم میں اصل تشکیل ہے۔ یہاں تک کہ اس جماعت کا اوڑھنا بچھونا تشکیل کے علاوہ کچھ نہیں ہے دُنیا میں کوئی بھی باطل جماعت یا حق جماعت ایسا نہیں ہے جس کے تشکیلوں کو زوال نہ آجائے صرف ایک دعوتِ تبلیغ ہے کہ عید کے دن بھی یہ خروج یعنی تشکیل کرتے ہیں اور دُنیا کی کسی جماعت کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مسلسل تشکیلوں کی وجہ سے اس کا تسلسل دجال تک پہنچ جائے۔اس جماعت کی ایک خاص الخاص بات یہ ہے کہ اس کی اصل چیز مطالبہ و تشکیل ہے یعنی بیان، تعلیم وغیرہ اصل نہیں بلکہ اصل مطالبہ ہے اور مطالبہ کس چیز کا خروج کا تو بات ظاہر ہوگئی کہ یہ لوگ ظاہر میں لوگوں کو دعوت الی اللہ دیتے ہیں لیکن اصل میں اس کی دعوت، دعوتِ تبلیغ ہوتی ہے۔ اس حدیث نبوی کی مصداق اگرچہ یہی فرقہ دیکھائی دیتی ہیں لیکن اسکے ساتھ کچھ نرمی کا معاملہ کرنا پڑے گا کیونکہ ابھی تک ان لوگوں کو اسی کام کی بابت علماء نے بات واضح نہیں کی ہے(واللہ اعلم)

حق جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اُسکا وجود ہمیشہ قائم رہے گا۔

وعن جابر بن سمرة قال: قال رسول الله ﷺ لن يبرح هذا الدين قائما يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتى تقوم الساعة (رواه مسلم وكذا في المشكوٰة)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرة کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (کہیں نہ کہیں) ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

دین اسلام کا قائم ہونا قیامت تک ضروری ہے اور ساتھ ساتھ ایسی حق جماعت جو ہمیشہ کے لیے اس دین کے لیے جہاد میں مشغول رہے گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دعوت تبلیغ کی طرح 1000 سال بعد حق جماعت آئے گی بلکہ حق جماعت کی پہچان یہ ہے کہ ہر زمانے میں اس کے لوگ موجود ہونگے اور حق کے لیے لڑتے رہیں گے۔ یہی حق اور یہی سچ ہے۔

حق جماعت کی حقانیت کے لیے دو چیزیں اہم اور ضروری ہیں۔

(1) تسلسل: خیر والقرون سے لے کر امام مہدی علیہ السلام کے ساتھی بن کر دجال کے خلاف جہاد تک کا تسلسل رہے گا۔

(2) جہاد و قتال والے اعمال پر قائم و دائم رہے گا اگرچہ سارے روئے زمین والے اُس کی مخالفت کریں۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کی حمایت میں لڑتی رہے گی اور ہر قوم اس سے دشمنی کرے گی وہ اس پر غالب رہے گی۔ یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ مسیح دجال سے لڑیں گے۔ (ابوداؤد)

تشریح: ان چند احادیثوں سے صاف ظاہر ہے۔ یہ حق والی جماعت ہمیشہ جہاد و قتال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کسی قوم کی دشمنی اُس کو مجموعی طور پر نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یعنی

آخر غلبہ اسی جماعت کو حاصل ہوگا یا غالب رہیں گے ہمیشہ اپنے مخالفین پر یعنی کسی وقت بھی جو مخالف اُٹھے گا جہادی قوت سے اور دلائل کی قوت سے غلبہ ہمیشہ ان کو حاصل ہوگا۔

اور یہ جماعت قتال کرتے کرتے آخری زمانے میں اس جماعت کے آخری لوگ مسیح الدجال کے خلاف جنگ میں حصہ لیں گے۔

حق جماعت	باطل جماعت
(1) مسلسل جہاد کرتے کرتے مسیح الدجال کے خلاف جنگ کرینگے۔	(1) مسلسل تشکیلیں کرتے کرتے مسیح الدجال کے ساتھ تشکیل کرینگے۔

یعنی لڑنے والی جماعت لڑے گی دجال کے خلاف تشکیل کرنے والی جماعت تشکیلیں کرے گی۔ یہاں تک کہ مسیح الدجال کے ساتھ تشکیل کرے گی۔ اب چاہو تشکیلیں کرو یا قتال کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَارَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشُعَبٍ فِیْهِ عُیَیْنَةٌ مِن مَاءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَا الشِّعْبِ فَذَكِرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِ کُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ سَبْعِیْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ وَیُدْخِلَکُمُ الْجَنَّةَ اُغْزُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ التِرمِذیُ)

ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک شخص پہاڑی درّہ سے گزرا جس میں شیریں پانی کا چشمہ تھا اس کو یہ چشمہ بہت پسند آیا اور اس نے دل میں کہا کاش میں لوگوں کو چھوڑ دوں اور اس درّہ میں آرہوں۔ پھر اس بات کا ذکر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو اس لیے کہ خدا کی راہ میں تمہارا قیام کرنا گھر میں ستر برس نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ خداوند کریم تم کو پورے طور پر بخش دے اور جنت میں تم کو داخل کر دے تم خدا کی راہ میں لڑو اس لیے کہ جو شخص تھوڑی دیر بھی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (ترمذی)

تشریح: نماز پڑھنا بہت افضل عبادت ہے۔ پھر اپنے گھر، مسجد، مرکز وغیرہ مین نماز باجماعت پڑھنا سونے پر سُہاگہ ہے۔ پھر خیر القرون میں کسی صحابیؓ کی نماز یقینا بہت عظیم عمل ہے لیکن ہمارے نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرامؓ کے اور اپنی ساری اُمت کے ذہنوں کو بالکل صاف فرما کر دین کی اصل اور مقصدی عمل کو سمجھایا کہ نہیں اللہ کے راستے میں جہاد وقتال تھوڑی مقدار میں کیوں نہ ہو۔ آپ کی 70 سال کی نمازوں سے افضل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ نمازیں جہاد فی سبیل اللہ میں نہ پڑھی ہو بلکہ گھر یا گاؤں وغیرہ میں پڑھی گئی ہو۔

آج کل ہمارے تبلیغی جماعت والوں نے تشکیل کرنے اور مقیم ہوکر رہبانیت کی ایک نئی شکل متعارف کرائی ہے۔ رہبانیت میں کھانا پینا ہوتا ہے اور عبادات ہوتے ہیں۔ تشکیل کرنے اور مقیم ہونے میں بھی کھانا پینا ہوتا ہے اور عبادات کرتے ہیں۔

لیکن کمانے وغیرہ سے مکمل پرہیز لازمی ہوتا ہے کھانے پینے کے بعد صرف عبادات کرتے رہتے ہیں جس میں نماز ذکر وغیرہ کرتے ہیں۔

یہ رہبانیت کی ایک نئی اور تازہ ترین شکل ہے اور تباہی و بربادی کی انتہا یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو منصب نبوت پر فائز سمجھ کر اپنے عمل سے کبھی بھی توبہ و استغفار نہیں کرتے بلکہ اپنے آپ کو عظیم مجاہدین سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے علماء کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ خصوصاً علماء حق علماء دیوبند کے لیے کہ یہ کام ایک المیہ سے بالکل کم نہیں ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاہُ

مِنَ الْمَنَازِلِ۔ (رَوَاهُ التِرمِذِیُ وَالنَسَائِیَ)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خدا کی راہ میں (کافروں کی سرحد پر) ایک دن کی نگہبانی ہزار دن کی عبادت سے بہتر ہے، سوائے اس دن کے

(ترمذی۔نسائی)

تشریح: اسلام کی عظمت کے لیے لڑنے کی اہمیت کو دماغ میں بیٹھانے کے لیے پیغمبر ﷺ نے ایک عظیم ارشاد فرمایا کہ لڑائی والوں کی پہرہ کرنا لڑنا نہیں بلکہ پہرہ کرنا اور پہرے میں شہادت کے مواقع کم ہوتے ہیں لڑنے کی بجائے۔لیکن لڑائی کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ صرف پہردار کو جو اجر ملے گا 1000 دن کی وہ عبادات جو اس پہرہ دار نے خود کیا ہو جہادی تشکیل کے علاوہ اُس سے بہتر ہے لیکن فکر کیجئے تبلیغ والوں کی باتوں پر کہ وہ پہرہ کھڑی کرتے ہیں۔نمازیوں، ذکریوں کے اوپر جب وہ سو جاتے ہیں۔ پھر اس پہرہ کی فضائل ایسے بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ پہاروں، جنگلوں جیسے پہاڑوں میں کھڑے ہو کر کفاروں کے ساتھ لڑتے ہیں۔

ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ لَقِیَ اللهَ بِغَیْرِ اَثْرٍ مِنْ جِهَادٍ لَقِیَ اللهَ وَفِیْهِ ثُلْمَةٌ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر جہاد کا کوئی اثر نہ ہوگا (یعنی اُس میں جہاد کی علامت نہ ہوگی) تو وہ گویا اس حال میں خدا سے ملے گا کہ اس میں دینی نقص ہوگا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

تشریح: یہ دینی نقص بوجہ اصل کام (جہاد وقتال) نہ کرنے کی وجہ سے ہوگی تو اصل کو نہ کرنے والے اور نہ اس کی دعوت چلانے والے اور نہ اس کے لیے تیاری کرنے والے بلکہ اس کے متوازی ایسی جماعت بنانے والے بن جائیں جو اصل کا خانہ پر کریں تو اس کا کیا بنے گا۔ یقیناً اُس کی تباہی و بربادی ظاہر ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَرْکَبِ الْبَحْرَ اِلَّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِراً اَوْ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَّ تَحْتَ النَّارِ بَحْرًا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کوئی شخص دریا میں سفر نہ کرے مگر حج یا عمرہ کے ارادے یا خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے دریا۔ (ابوداؤد)

تشریح: شرعی اسفار یہ ہیں۔ حج، عمرہ، جہاد وقتال یہ تینوں شریعت سے ثابت ہے جبکہ آج یہ چوتھا دعوت تبلیغ والا سفر کہاں سے آگیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفْلَۃٌ کَغَزْوَۃٍ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جہاد کے بعد جہاد سے واپس آنا جہاد کے مانند ہے۔ (یعنی واپسی کا ثواب بھی جہاد کے برابر ہے)۔ (ابوداؤد)

تشریح: تبلیغ میں بھی واپسی کی تشکیل خروج کی مانند سمجھتے ہیں۔ یعنی جو تبلیغ سے واپس جاتا ہے تو اُس کو بھی ہدایات میں یہی بات کی جاتی ہے کہ تم ابھی واپس جانے والے نہیں بلکہ آپ کے ذمے کام لگ گیا اور تمہاری تشکیل ہوگئی گاؤں کی طرف۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَمَرَّ رَجُلٌ بِغَارٍ فِیْہِ شَیْءٌ مِنْ مَاءٍ وَبَقْلٍ فَحَدَّثَ نَفْسَہٗ بِاَنْ یُّقِیْمَ فِیْہِ وَیَتَخَلّٰی مِنَ الدُّنْیَا فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ بِالْیَھُوْدِیَّۃِ وَلَا بِالنَّصْرَانِیَّۃِ وَلٰکِنِّیْ بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّۃِ السَّمْحَۃِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَغَدْوَۃٌ اَوْ رَوْحَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا وَلَمَقَامُ اَحَدِکُمْ فِی الصَّفِّ خَیْرٌ مِنْ صَلٰوتِہٖ سِتِّیْنَ سَنَۃً۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے ایک شخص (ہم میں سے) ایک غار پر گزرا جس میں پانی تھا اور کچھ سبزی (اس کو دیکھ کر) اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں یہیں رہ جاؤں اور دنیا کو چھوڑ دوں چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا میں نہ تو یہودیت (پھیلانے) کے لیے بھیجا گیا ہوں اور نہ نصرانیت بلکہ دین حنیف دے کر بھیجا گیا ہوں جو آسان دین ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ صبح یا شام کو خدا کی راہ میں جانا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور میدان جنگ کی صف میں یا نماز کی جماعت کی صف میں تم میں سے کسی کی جگہ ساٹھ برس کی نماز سے بہتر ہے۔ (احمدؒ)

تشریح: نبی علیہ السلام سے صحابیؓ کی اجازت مانگنا تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وفکر ایسے حالات میں کرو کہ دُنیا جہاں کی کوئی فکر نہ ہو بلکہ صرف اور صرف ایک ربِ ذوالجلال کے ذکر میں مشغول ہو جاؤں یقیناً ہمارے اس معاشرے میں لوگ ایسے شخصیات کو بڑے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن نبی علیہ السلام نے شاباش دینے کی بجائے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور یہاں پھر اصل کی طرف اشارہ فرمایا اور اصل کے مقابلے میں جتنے اعمال ہوں خواہ وہ اجتماعی ہوں یا انفرادی وہ ہیچ ہیں۔ اس وجہ سے فرمایا کہ میدان جنگ کے صف میں تھوڑی دیر کھڑا ہونا گھروں میں نمازوں کے صفوں میں کھڑے ہونے سے بہتر ہے۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ ایسی عبادات کو یہودیوں اور نصرانیوں کے دین بتا کر منع فرمایا اور جہاد فی سبیل اللہ کو دین حنیف بتا کر اس کی اہمیت اُجاگر کی۔ صف سے مراد جہادی صف ہے کیونکہ گھر کی نماز اور مسجد کی نماز کے درمیان تفاوت دوسری

جگہ احادیث میں اپنے عنوان کے ساتھ موجود ہیں۔ پھر صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اس کے ساتھ فی البیت نہیں آیا ہے اس وجہ سے نماز خواہ گھر میں ہو یا مسجد میں لیکن اللہ کے راستے میں قتال و جہاد کے لیے تھوڑی دیر کے لیے نکلنا 70 سال کی نماز سے بہتر ہے۔

قوت تیراندازی میں ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے کافروں سے لڑنے کے لیے تم جس قدر اپنی قوت کو مضبوط کر سکو کرو۔ خبردار قوت تیراندازی ہے خبردار قوت تیراندازی ہے خبردار قوت تیراندازی ہے (یعنی قرآن مجید میں **مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ** کے جو الفاظ آئے ہیں ان سے مراد تیراندازی کی قوت ہے۔) (مسلم)

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں قوت سے مراد تیراندازی ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے قوت کے بارے میں یہ ارشاد فرمانا یقیناً ایک عظیم نبیؑ سے عظیم ارشاد ثابت ہے کیونکہ آج بھی قوت رمی (دور سے مارنا) میں ہے جس کی مثال تیر، میزائل وغیرہ ہے جتنا دور مار کر سکے اُتنا وہ قوی اور طاقت ور ملک تسلیم کی جاتی ہے۔ پھر نبی علیہ السلام کی اتنی تاکید فرمانا کہ بار بار بات فرما کر اس بات کی اہمیت کو دل و دماغ میں بٹھانا یقیناً عظیم ارشاد فرمانا ہے۔ لیکن آج دوسری طرف دین اسلام کے داعی کار ثبوت پر کاربند لوگ کہتے ہیں کہ ایمان بناؤ جب ایمان پختہ ہو جائے تو فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ طاقت اور قوت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ فتح و شکست اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے پھر کیوں ہم اپنے اللہ سے فتح کی دُعا نہ کریں اور دُعا کے لیے ایسے اعمال ضروری ہیں جس پر اللہ فیصلہ کرے۔ اور وہ ہے ایمانی زندگی۔

مولانا احمد بہاولپوری کے بیانات اجتماعات میں کہ جب ہماری ایمان پختہ ہوکر اعمال صالحہ بن جائیں تو اس کے بدلے میں ہمیں زمین کی بادشاہت ملے گی۔ اعمال صالح سے مراد وہ یہی اعمال (دعوت تبلیغ وغیرہ) لیتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں جو ہمارے آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے قوت اور طاقت اور ایمانی غیرت رمی ہی فرمایا ہے۔ آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی اس حدیث پر کس گروہ نے عمل کی ہے۔ تبلیغ والے ایمان بنانے میں مصروف عمل ہیں نہ رمی کی دعوت دیتے ہیں نہ اس کی فضیلت بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ جماعت عملی طور پر جہاد وقتال کے بالکل منکر ہو گئے۔

مجاہدین وقت آج کا ایک گروہ ہے اُس کے بارے میں ہم جانچ و پڑتال کر سکتے ہیں

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا اَصْحٰبُهٗ وَقَالَ اَتَخَلَّفُ وَاُصَلِّيَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَلَمَّا صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَغْدُوَ مَعَ اَصْحٰبِكَ فَقَا اَرَدْتُ اَنْ اُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَقَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَا اَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ کو ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا عبد اللہ کے ساتھی تو صبح ہی کو چلے گئے اور عبد اللہ نے اپنے دل میں کہا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ کر چلوں گا اور لشکر سے جاملوں گا جب نماز جمعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھ لی تو حضور ﷺ نے عبد اللہ کو دیکھا اور فرمایا کہ تم کو صبح کے وقت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جانے سے کس نے روکا انھوں نے کہا میں

نے یہ چاہا کہ آپؐ کے ساتھ جمع کی نماز پڑھ کر روانہ ہوں اور لشکر سے جا ملوں آپؐ نے فرمایا اگر تو دنیا کی ساری چیزوں کو بھی خرچ کر دے تب بھی تجھ کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے کا ثواب نہ ملے گا۔ (ترمذی)

تشریح: مجاہدین اولین اور مجاہدین آخرین کا آپس میں موازنہ کیا جاتا ہیں نہ کہ عابدین اور مجاہدین کا۔

مجاہدین کی وہ جماعت جس نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر کے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا اُن مؤمنین مجاہدین، مہاجرین سے بہتر ہے جنہوں نے بعد از فتح یہ کام کیے۔ اس پر قرآن مجید کے یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل

(سورۃ الحدید نمبر 10 پارہ 27 الی بما تعملون خبیرہ تک

آج کل ہم مجاہدین مؤمنین کا موازنہ عابدین مؤمنین کے ساتھ کرتے ہیں جو سراسر نا انصافی اور دین سے دوری کا سبب ہیں بوجہ یہ کہ جہاد کے علاوہ دوسرے اعمال صلاحہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں قاعدون کا لفظ استعمال کی گئی ہے۔ وہ فرض کفایہ جہاد میں ورنہ دوسری جگہ نکلنے میں سستی کرنے سے عذاب الیم کی انذارائی ہے۔

اس آیت کی تصدیق میں پیغمبرﷺ کا یہ عمل ہے کہ اپنے صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ تم آدھ دن جنت میں بعد میں جائے گا باوجود یہ کہ نبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ پتہ لگ گیا کہ ان تینوں کو شہید بھی ہونا ہے پھر بھی نبی علیہ السلام نے اپنے محبوب صحابی کو تنبیہ فرمائی کیوں؟ کیا اس صحابیؓ نے کسی گناہ کا کام کیا تھا؟ جہاد میں نکلتے ہوئے سستی کی تھی؟ کیا مال کی محبت کے غلبے میں گھر بیٹھ گیا تھا؟

نہیں بالکل نہیں اس میں ایک بات نہیں تھی بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہؓ اپنے ساتھیوں سے چند صفات میں افضل تھا۔

(1) عبداللہ بن رواحہؓ کی تشکیل ہوئی تھی اور امیر بھی منتخب ہوا تھا جو ان تینوں اصحابؓ میں ایک آپؓ تھے۔

(2) گھر سے رخصت ہو کر نکلا تھا یعنی تشکیل ہی میں تھا جس کی وجہ سے تشکیل میں برابر شریک سمجھا جاتا تھا۔ اس صفت میں برابر تھا

(3) ساتھی تو چلے گئے اور عبداللہؓ نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر نبی علیہ السلام کی صُحبت سے مستفید ہو رہا تھا جو سب سے افضل اور اکرم عمل تھا۔

(4) جمعہ کی نماز میں نبی علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوا جو اُسی وقت حضرت عبداللہؓ کے جماعت والوں کو نصیب نہیں ہوا تھا بلکہ نہ تو آپ کے جماعت والوں نے جمعہ کی نماز پڑھی اور نہ نبی علیہ السلام کے صحبت میں اُسی دن رہے۔

(5) حضرت عبداللہ (رض) نے جمعہ کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھی ان چند خصوصیات کی وجہ سے آپ (رض) اپنے دوسرے ساتھیوں سے ممتاز تھا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود پھر بھی نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرامؓ کو اور اپنی ساری اُمت کو یہ تعلیم فرمائی کہ تشکیل میں دیر کرنا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اُس نقصان کا ازالہ نبی علیہ السلام کے صحبت اور مسجد نبوی ﷺ میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے زائل نہیں ہو سکتا۔ آخر میں جب نبی علیہ السلام نے پوچھا بلکہ ناراضگی کا اظہار فرما کر دیر کرنے کا سبب پوچھا تو صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا کہ میں گھر سے بمع جنگی ساز و سامان نکلا ہوں صرف اور صرف یہ آخری جمعہ کی نماز آپؐ کے اقتداء میں پڑھنے کی دلی خواہش اور جذبہ تھا۔ اور یہ کہ میری سواری سب سواریوں سے تیز تر ہے اور جلد ہی میں اپنے ساتھیوں کے ہاں منزلِ مقصود سے پہلے پہنچ جاؤں گا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود کہ وہ جمعہ کی نماز مسجد نبوی ﷺ اور سردار الانبیاء کے اقتداء میں پڑھنے کے لیے کچھ وقت کے لیے مؤخر ہوا تھا تو نبی علیہ السلام نے ایسی سخت تنبیہہ فرمائی۔ کہ تم آدھی دین جنت میں اپنے ساتھیوں سے بعد

میں داخل ہونگے۔

آج اگر ایک گروہ اُٹھے اور جہاد وقتال کی مانند ایک ایسی کام کو ایجاد کریں جو ہو تو فی سبیل اللہ اور لوگ آپس میں خروج فی سبیل اللہ کہتے رہے اور نہ اس میں ہجرت ہو، نہ قتال ہو، نہ نصرت ہو نہ فتح ہو اور نہ غلبہ نہ مال غنیمت ہو اور نہ شہادت ہو نہ دُشمن کا ڈر ہو نہ دُنیا میں کوئی دشمن بلکہ کلمہ ونماز کے نام پر لوگوں کو دعوت دیتا ہو اور لوگوں کو کہتے ہوں کہ بھائی کلمہ کے یقین کے ساتھ نماز پڑھو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا کیا نبی علیہ السلام نے اپنے صحابیؓ کو تنبیہ جمعہ کی نماز کی وجہ سے نہیں فرمائی تھی۔ جس کی وجہ سے اُس نے تشکیل میں دیر کیا تھا۔ آج کل افسوس کی بات یہ ہے کہ جمعہ کے دن مراکزوں سے جماعتوں کی تشکیلیں ہوتی ہیں پھر جماعتیں شہروں سے گاؤں کی طرف جاتے ہیں اور شہروں میں جمع کی نماز نہیں پڑھتے بعض اوقاتِ اذان بھی ہوتی ہے لیکن بوجہ تشکیل میں لیٹ ہونے کے جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے اور دلیل میں یہ واقعہ بھی پیش کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔

حق اور باطل کی جہاد میں فرق مالِ غنیمت کی وجہ سے بھی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاٰی ضَعْفَنَا۔ وَعَجْزَنَا فَطَیَّبَهَا لَنَا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہم سے پہلے غنیمت کا مال کسی کو حلال نہ تھا۔ خداوند تعالیٰ نے جب ہم کو کمزور ونحیف دیکھا تو اس کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔

(بخاریؒ ومسلم)

تشریح: اسلامی کتب میں جہاں جہاد کا ذکر ہے وہاں مالِ غنیمت کا ذکر بھی موجود ہے۔ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، تفاسیر اور فقہ کے سارے کتب میں باب قسمة الغنائم والفلول فیھا۔ یا باب الغنائم اور سوۃ الانفال کے نام سے ایک بڑی سورت موجود ہیں۔جس میں مالِ غنیمت کے بارے میں مفصل احکامات موجود ہیں۔لیکن قربان جائیں آج کے دعوت تبلیغ کے نام پر جہاد پر نہ اس میں مالِ غنیمت کی باب ہے نہ اس کی کوئی اُمید اور نہ مالِ غنیمت کا کوئی طریقہ کار،نصرت سے مراد یہ لوگ کھانا کھلانا،میوہ جات وغیرہ لے آنا سمجھتے ہیں۔

بقول ایک تبلیغی صاحب کہ دعوت تبلیغ جہاد سے اس لیے افضل ہے کہ جہاد میں مالِ غنیمت کا خیال اور طمع ہوتی ہے۔لیکن قربان جاؤں (بقول اُن کے) دعوت تبلیغ پر کہ نہ اس میں مالِ غنیمت ہے اور نہ اس کا وسوسہ بلکہ اس کام کو صرف اللہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ہم نے عرض کیا اور کرتے ہیں کہ یہ کام باطل اس لیے ہے کہ اسمیں قرآن کی پوری پوری سورتیں نہیں ہیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ باطل ہے لیکن ہے بڑا باطل حق کے لباس میں۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَ لِسَانِهٖ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَكَاَنَّمَا تَرْمُوْ انَهُمْ بِهٖ نَضْحَ النَّبْلِ۔رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ دَفِيْ الْاِسْتِيْعَابِ لِاِبْنِ عَبْدِ الْبَرِّ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا ذَا تَرٰى فِي الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُحَارِبُ بِسَيْفِهٖ وَ لِسَانِهٖ۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا خداوند

تعالیٰ نے شعر کے متعلق جو حکم نازل فرمایا ہے ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ نے مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم کافروں کو شعر سے اسی طرح مارتے ہو جس طرح تیروں سے۔ (شرح السنۃ) اور کتاب استیعاب میں ابن عبد البر سے منقول ہے کہ انھوں نے (یعنی کعبؓ نے عرض کرتے ہوئے) کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! شعر کی بابت آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مومن اپنی تلوار سے جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ شعری جہاد بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ بعض گمراہ لوگ مجاہدین اسلام کے اشعار کو گانے بجانے سے تعبیر کرتے ہیں جو نہایت قبیح سوچ کی غمازی کرتا ہے۔ دیکھیے جس عمل کو پیغمبر ﷺ نے جہاد السان فرمایا اُس کو یہ لوگ گانے بجانے کا نام دے کر اور اپنے بیانات باطلہ کو دین حق کی محنت کا نام دے کر ضال اور مضل بن جاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَرْدَۃَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا قَالَ اَبِیْ لِاَبِیْکَ قَالَقُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ لِاَبِیْکَ یَا اَبَا مُوْسٰی ھَلْ یَسُرُّکَ اَنَّ اِسْلَا مَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھِجْرَتَنَا مَعَہٗ وَجِھَادَ نَا مَعَہٗ وَعَمَلَنَا کُلَّہٗ مَعَہٗ بَرْدَ لَنَا وَاَنَّ کُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَہٗ نَجَوْ نَا مِنْہُ کَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ اَبُوْکَ لِاَبِیْ لَا وَاللّٰہِ قَدْ جَاھَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَصَلَّیْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَیْرًا کَثِیْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ کَثِیْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ اذَاکَ قَالَ اَبِیْ لٰکِنِّیْ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِکَ بَرْدَلَنَا اَنَّ کُلَّ شَیْئٍ عَمِلْنَاہُ بَعْدَہٗ نَجَوْنَا مِنْہُ کَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاکَ وَاللّٰہِ خَیْرًا مِنْ اَبِیْ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: حضرت ابی بردہؓ بن ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تم جانتے

ہو میرے باپؓ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں ۔عبد اللہ نے کہا میرے باپ نے تمہارے باپ سے کہا تھا۔اے ابوموسیٰ کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اسلام رسول اللہ ﷺ (کی بعثت) کے ساتھ تھا اور ہماری ہجرت آپ کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال آپ کے ساتھ تھے جو ہمارے مالِ غنیمت کی طرح ہیں (یعنی ثابت و برقرار اور آپ کے بعد جو عمل ہم نے کیے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں تو ہمارے لیے کافی ہے تمہارے باپ نے یہ سن کر میرے باپ سے کہا نہیں یوں نہیں خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم نے جہاد کیا ہم نے نماز پڑھی ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کیے اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور امید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا۔میرے باپ نے یہ سن کر کہا لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہیں وہی ثابت و برقرار ہیں اور جو اعمال ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں گے میں نے یہ سن کر کہا تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے۔ (بخاری)

تشریح: دیکھیے یہاں اصحاب رسول اللہ نے جس عمل کا ذکر فرمایا وہ ہجرت اور جہاد تھا جو واضح الفاظوں میں بیان فرمایا اور باقی اعمال کو دوسرے سارے اعمال فرما کر ذکر فرمایا اور جہاد و ہجرت کو بڑے اچھے الفاظوں سے ذکر فرمایا۔اب یہاں دیکھیے کہ اصحاب کرامؓ جو ہمارے لیے نص کا درجہ رکھتے ہیں۔پیغمبر خدا کا حکم ہے کہ میرے اصحابؓ کی اقتدا آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے لیکن ان سارے ارشادات کے باوجود حضرت عمرؓ نے عجیب انداز میں فرمایا کہ نبی علیہ السلام کے بعد جو جہاد وغیرہ ہم نے کیا اُس عمل سے برابر معاملہ ہو جائے کوئی جزا و سزا نہ ملے بلکہ بس خلاصی نصیب ہو جائے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْہِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَا بِضِ عَلَی الْجَمْرِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا جس میں دین پر صبر کرنے والا شخص اُس آدمی کے مانند ہوگا جس نے اپنی مٹھی میں انگارہ لے لیا ہو (یعنی جس طرح انگارے کو ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے اسی طرح دین پر قائم رہنا دشوار ہوگا)۔ (ترمذی)

تشریح: آج موجودہ زندگی میں ہم اس حدیث شریف کی تطبیق کرے اور دیکھے کہ آج کے دور میں اس حدیث شریف کے مصداق کونسی جماعت ہو سکتی ہے۔ بالکل واضح ہے جو دین اسلام کا دعویٰ رکھے اور اُس کے لیے دُنیا کی زندگی انگارہ کی مانند بن جائے تو اس حدیث مبارکہ کی رو سے یہ دین پر چلنا ہے اور جس کے لیے آخری زمانے میں دین پر چلنا انگارے کی مانند نہ ہو تو سوچ کرنا چاہیئے واقعی ضرور کچھ گڑبڑ ہوگا۔

وَعَنْ عِیَاضِ ابْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ خُطْبَتِہٖ اَلَا اِنَّ رَبِّیْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُعَلِّمَکُمْ مَا جَھِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ ھٰذَا کُلُّ مَالٍ نَحَلْتُہٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّھُمْ وَاِنَّھُمْ اَتَتْھُمُ الشَّیٰطِیْنُ فَاجْتَالَتْھُمْ عَنْ دِیْنِھِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْھِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَھُمْ وَاَمَرَتْھُمْ اَنْ یُّشْرِکُوْا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَاِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَھُمْ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ اِلَّا بَقَایَا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا

بَعَثْتُکَ لِاَبْتَلِیَکَ وَاَبْتَلِیَ بِکَ وَاَنْزَلْتُ عَلَیْکَ کِتَابًا لَا یَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَءُهُ نَائِمًا وَیَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُحْرِقَ قُرَیْشًا فَقُلْتُ اِذًا یَثْلَغُوْا رَأْسِیْ۔ فَیَدْعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اَسْتَخْرِجْهُمْ کَمَا اَخْرَجُوْکَ وَاَغْزُهُمْ نَغْزُکَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَیْکَ وَابْعَثْ جَیْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِّثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَکَ مَنْ عَصَاکَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت عیاضؓ بن حمار مجاشعیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے خطبہ میں فرمایا۔ خبردار! خداوند تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو وہ بات بتادوں جس کو تم نہیں جانتے، خداوند تعالیٰ نے جو باتیں آج مجھ کو تعلیم کی ہیں ان میں سے بعض باتیں یہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو مال میں نے اپنے کسی بندہ کو دیا ہے وہ حلال ہے (یعنی اس کو کوئی شخص حرام نہیں کرسکتا) اور خدا نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو حق کی طرف مائل کیا ہے۔ پھر اُن کے پاس شیاطین آئے اور ان کو ان کے دین سے پھیر دیا اور اس پر وہ چیزیں حرام کردیں جن کو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا اور شیاطین نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ اس چیز کو شریک کریں جس کے غلبہ کی کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی۔ اور خدا نے یہ فرمایا ہے کہ خدا نے زمین کے باشندوں پر نظر ڈالی (اور ان کو بدکردار پایا) پس عرب وعجم سب پر وہ غضب ناک ہوگیا (اس لیے کہ وہ مشرک تھے) مگر ایک جماعت اہل کتاب میں سے (کہ وہ مشرک نہ تھی خدا اس پر غضبناک نہیں ہوا) اور خدا نے یہ فرمایا کہ میں نے تم کو (اے حضرت محمد ﷺ) اس لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ میں تم کو آزماؤں (کہ تم اپنی قوم کی ایذا پر کیوں کر صبر کرتے ہو؟) اور تمہارے ساتھ تمہاری قوم کو بھی آزماؤں (کہ وہ ایمان لاتی ہے یا نہیں) اور میں نے تمہارے پاس ایسی کتاب بھیجی جس کو پانی نہیں دھو سکتا (یعنی جو دلوں میں محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی) تم اُس کو سوتے جاگتے پڑھتے ہو۔ اور خدا نے مجھ کو یہ حکم

دیا ہے کہ میں قریش کو جلا ڈالوں (یعنی کفارِ قریش کو تباہ و برباد کر دوں) میں نے یہ حکم پا کر عرض کیا۔ قریش تو میرا سر کچل ڈالیں گے اور کچ کر روٹی کی مانند (چورا) بنا دیں گے (یعنی کفارِ قریش کی تعداد زیادہ ہے میں کیوں کر ان پر قابو پا سکوں گا) خداوندِ تعالیٰ نے فرمایا تم ان کو ان کے وطن سے نکال دو جس طرح کہ انھوں نے تم کو نکالا تھا اور ان پر جہاد کرو، ہم تمہارے لیے جہاد کے سامان کا انتظام کر دیں گے اور اپنے لشکریوں پر خرچ کرو ہم تمہارے لیے خرچ کا انتظام کریں گے، تم ان کے مقابلے پر لشکر روانہ کرو، ہم دشمن کے لشکر سے پانچ گنی طاقت سے تمہاری مدد کریں گے اور جو لوگ ہم پر ایمان لائے اور تمہاری اطاعت گزار ہیں ان کو ساتھ لے کر ان لوگوں سے قتال کرو جنہوں نے نافرمانی و سرکشی کی ہے۔ (مسلم)

تشریح: اللہ رب العزت کی طرف سے نبی علیہ السلام کو جہاد کا حکم ہوا۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے نبی علیہ السلام کی اتباع کریں اور اللہ رب العزت کے نصرت پر یقین کر کے اللہ رب العزت کے نصرت کے منتظر رہیں نہ یہ کہ اپنی طرف سے ایسے کام کی ایجاد کریں جو نہ قرآن و حدیث میں موجود ہوں اور نہ خیر القرون میں پائی جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆

فتنوں کی پیشن گوئی جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوتی رہی ہیں۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِهٖ ذٰلِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِیْ هٰؤُلَآءِ وَاِنَّهٗ لَیَکُوْنُ مِنْهُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِیْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْکُرُهٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ فرمایا اور جو باتیں اس وقت سے قیامت تک ہونے والی تھیں سب کا ذکر کیا جن لوگوں نے ان باتوں کو یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گئے، بھول گئے۔ حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ میرے یہ دوست یعنی صحابہؓ اس سے واقف ہیں (یعنی ان میں سے بعض کو وہ باتیں یاد ہیں اور بعض بھول گئے ہیں اور میں بھی بھول گیا ہوں) لیکن جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی تو مجھ کو وہ بات یاد آجاتی ہے۔ جس طرح ایک غائب شخص کے چہرہ کو دیکھ کر لوگ اس کو پہچان لیتے ہیں۔ (بخاریؔ ومسلمؔ)

تشریح: اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں نبی علیہ السلام کی پیشن گوئیاں پوری ہونے لگی۔ اب ہم آخری زمانے میں جو پیشن گوئیاں ہیں اس کو بیان کرنے کی کوشش کرینگے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَجُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا فَاَىُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَىُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهٗ فِتْنَةٌ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخِرُ اَسْوَدَ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ڈالے جائیں گے فتنے لوگوں کے دلوں پر اس طرح جس طرح کہ چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں (یعنی برابر اور زیادہ تعداد میں) پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرلے گا۔ اس کے اندر ایک سیاہ نشان ڈال

دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں سے متاثر نہ ہوگا۔ اس پر ایک سفید نشان ڈال دیا جائے گا۔ غرض دو قسم کے دل ہونگے ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے جن پر کسی قسم کا کوئی فتنہ اثر انداز نہ ہوگا۔ اس وقت تک جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسرا دل سیاہ راکھ کی مانند جیسے الٹا برتن جس میں کچھ باقی نہ رہے یہ دل نہ تو امر معروف (نیک کاموں) سے آگاہ ہوگا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا۔ مگر صرف اس چیز سے واقف ہوگا جو اس کے دل میں پیوست ہوگئی ہے یعنی انسانی خواہشات میں سے (مسلم)

تشریح: یہاں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دلی خواہشات پر لوگ چلیں گے جو دل میں صحیح آئے وہ کرینگے اگرچہ قرآن وسنت کے خلاف ہو جس کے لیے مختلف تاویلات کرنا پڑے گے۔ اور جو امر دل میں نہ آئے اُس سے احتراز کرینگے اگرچہ ایک فرض عین کام ہو اور اس کے لیے خلط ملط سے کام لیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ، یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ كَافِرًا اَوْیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ كَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے اعمال (نیک) میں جلدی کرو ان فتنوں کے پیش آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (کہ اس وقت) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا کہ اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع پر بیچ ڈالے گا۔ (مسلم)

تشریح: اعمال میں جلدی کرو کیا اعمال میں جلدی ہوسکتی ہے؟ مثلاً نماز پڑھنے کا وقت نہیں

تو کیا وقت سے پہلے جلدی کر سکتے ہیں نہیں بلکہ سنتِ رسول اللہ کے خلاف عمل کرنا گمراہی ہے۔

اب اس جلدی سے کیا مطلب؟

دوسرا عمل کرنے نہ کرنے سے بندہ ایمان سے نہیں نکل سکتا۔ ایمان اور کفر کا دارو مدار اعمال پر نہیں بلکہ عقیدے کے ساتھ ہیں پھر اس کا کیا معنیٰ کہ اعمال میں جلدی کرو ورنہ ایمان سے نکل جائیں گے۔ سبب نزول فتنہ کے۔

اس کا اصل اور بنیادی وجہ یہ ہیں کہ بعض اعمال لوگ بعد میں اچھا نہ سمجھے گی جس کی وجہ سے وہ لوگ ایمان سے نکلے گے آج کل جہاد لوگوں کے نظروں میں اچھا عمل نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان سے نکل جاتے ہیں۔ اگر چہ وہ دوسرے سارے اعمال مین سب سے اوّل مرتبے میں کیوں نہ ہو۔ اس وجہ سے جہادی اعمال میں جلدی کرنا اُس وقت سے پہلے کہ لوگ اس کو اعمال سوء شمار کرلیں۔ (واللہ اعلم)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تُسْتَشْرِفُهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ اَلنَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْ بِهٖ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا ان فتنوں کے زمانہ میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنہ اسکو اپنی طرف کھینچ لے گا پس جو شخص (اس زمانہ میں) پناہ کی کوئی جگہ پائے وہ

وہاں جا کر پناہ حاصل کر لے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فتنہ آئے گا جس میں سونے والا شخص جاگنے والے سے بہتر ہوگا اور جاگنے والا بہتر ہوگا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے ولا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے پس (اس وقت) جو شخص پناہ کا کوئی ٹھکانا پائے وہاں جا کر پناہ حاصل کر ے۔

تشریح: صرف جھانکنے والا بھی اس فتنے سے بچ نہ سکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب سے فتنوں کا ظہور شروع ہوگا اور فتنوں میں امت مبتلا ہو جائے تب کوئی شخص صرف اگر دیکھنے کی نیت سے اس فتنے میں چلا گیا اُس کا ہی رہے گا یعنی فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے تو یقینا آج کے سارے فتنوں میں دعوتِ تبلیغ بھی ایک ایسا فتنہ ہے جو بھی جھانکتا ہے اسی کا رہ جاتا ہے۔

شب جمعہ یا اجتماع میں صرف دیکھنے کی غرض سے چلا جاتا ہے بس کامل تبلیغی بن جاتا ہے۔ جھانکنے والا نہیں بچے گا۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ تَكُوْنُ اِمَارَةٌ عَلٰى اِقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَنْشَاءُ دُعَاةُ الضَّلَالِ فَاِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةٌ جَلَدَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاَطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهْرٌ وَّنَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِىْ نَارِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِىْ نَهْرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا يُرْكَبُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِىَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلٰى الَّذِىْ كَانَتْ عَلَيْهِ قُلْتُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ وَصَمَّاءُ عَلَيْهَا

دُعَاۃٌ عَلٰی اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ یَا حُذَیْفَۃُ وَ اَنْتَ عَاضٌ عَلٰی جِذْلٍ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِنْهُمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس زمانہ خیر کے بعد کیا شر ہوگا جیسا کہ اب سے پہلے شر تھا (یعنی جس طرح اسلام سے پہلے بُرائی پھیلی ہوئی تھی کیا موجودہ زمانہ خیر کے بعد بھی بدی کا زمانہ آئے گا) آپ نے فرمایا ہاں میں عرض کیا۔ پھر اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ فرمایا۔ تلوار۔ میں نے عرض کیا۔ کیا تلوار کے بعد (یعنی لڑنے کے بعد) مسلمان باقی رہیں گے فرمایا ہاں سلطنت اور حکومت ہوگی جس کی بنیاد فساد پر ہوگی اور صلح کی بنیاد کدورت پر۔ میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا۔ فرمایا۔ اس کے بعد گمراہی کی طرف بلانے والے لوگ پیدا ہوں گے اگر اس وقت کوئی بادشاہ ہو اور وہ تیری کمر پر کوڑے مارے اور تیرا مال بھی چھین لے تب بھی تو اس کی اطاعت کر۔ اور اگر کوئی بادشاہ نہ ہو تو کسی درخت کی جڑ میں بیٹھ جا (یعنی پناہ کی جگہ) اور وہیں مر جا میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا۔ فرمایا پھر دجال نکلے گا اس شان سے کہ اس کے ساتھ پانی کی نہر ہوگی اور آگ پس جو شخص اس کی آگ میں پڑا اس کا اجر ثابت و قائم ہو گیا اور اس کے گناہ دور ہو گئے اور جو شخص اس کی نہر میں پڑا اس کا گناہ ثابت و قائم رہا اور اس کا اجر جاتا رہا۔ میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا۔ فرمایا پھر گھوڑے کا بچہ جنایا جائے گا۔ اور وہ سواری کے قابل ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس وقت صلح ہوگی ظاہر میں اور باطن میں کدورت ہوگی اور لوگوں کا اجتماع ناخوشی کے ساتھ ہوگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کدورت پر صلح ہونے کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا قوموں کے دل اس حال پر نہ ہونگے جس پر پہلے تھے (یعنی لوگوں کے دل اتنے نرم نہ ہوں گے جیسے آغازِ اسلام میں تھے) میں نے عرض کیا، کیا بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اور وہ ایک اندھا اور

بہرا فتنہ ہے۔ اس فتنہ کی طرف لوگوں کو بلانے والے ہونگے۔ گویا وہ دوزخ کے دروازوں پر کھڑے لوگوں کو بلا رہے ہیں پس اگر اے حذیفہؓ اس وقت تو درخت کی جڑ کو اپنی پناہ گاہ بنا لے اور وہیں مرجائے تو یہ اس سے بہتر ہوگا کہ تو ان لوگوں میں سے کسی فریق کا اتباع کرے۔

(ابوداؤد)

تشریح: یہاں پر فرمانِ نبوی ﷺ یہ ہے کہ اگر بادشاہ اسلامی نہ ہو تب کسی فرقے اور جماعت کے ساتھ معیت میں نہ نکلنا یعنی اسی وقت لوگ گمراہ ہونگے تو اس گمراہی سے بچنے کے لیے اسلامی بادشاہ کی اطاعت یا پھر علیحدگی اختیار کرنا۔ اسلامی بادشاہ سے مراد کونسی بادشاہی اور کس طرح بادشاہی ہیں؟ اس کے لیے آج کل جو پیمانہ مقرر ہے وہ ضروری نہیں ہے بلکہ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن اگر حق لوگوں کی اکثریت نے اُس کی امارت پر بیعت کی ہو تب حکمرانی اور بادشاہی کافی ہیں۔ (واللہ اعلم)

دجال سے پہلے ایسے لوگوں کا گروہ ہوگا جو ضلالت کی طرف لوگوں کو بلائیں گے یعنی اُس کا کام لوگوں کو گمراہ کرنا ہوگا اور وہ داعی جماعت ہوگی یہاں صاف ظاہر ہے کہ یہ دعوت اِلی الضلالت (بدعت) والی جماعت ہوگا۔ نہ یہ کہ اُن کی دعوت جھوٹ، ڈاکہ وغیرہ کی طرف ہوگا کیونکہ اُن کی بُرائی تو ہر معاشرے میں اور ہر مذہب میں تسلیم شدہ ہیں۔ تو اس سے مراد آج قرآن وسنت کے خلاف جو بھی جماعتیں ہیں وہ سارے اس میں شامل ہیں۔ یہ جو دوسری حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں کہ اندھا، بہرا گونگا فتنہ کی ظہور ہوگا۔

اس سے کس طرح فتنہ مُراد ہیں۔ کیا کوئی ایسا شخص جو اندھا، بہرا اور گونگا ہو فتنہ بن سکتا ہے۔ ایسا شخص تو خود عاجز اور امتحان میں مبتلا ہے۔ اسی طرح ایسا فتنہ بھی ہو سکتا ہے جو دیکھ نہ سکے

۔۔سن نہ سکے بول نہ سکے۔

محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنا سنایئے آپ کی نہ سنے۔ اپنا دیکھائے آپ کی نہ دیکھے۔اپنے کام پر بات کریں آپ کی محنت پر بات نہ کریں یعنی اپنے کام پر قائم ودائم رہیں گے اگرچہ اس کا یہ کام بدعت ہو۔جس طرح آج کل گروہیں و جماعتیں جس میں دعوت تبلیغ والی جماعت بھی شامل ہے۔ جو صرف اپنے کام کے بابت قصے سناتے اور دیکھاتے ہیں دوسرے لوگ اگر پورے قرآن وسنت پر مکمل کاربند ہوں تب بھی اُس کے نظروں میں کچھ وزن نہیں رکھتے۔ان فتنوں سے بچنے کا راستہ بہت مشکل ہوگا کیونکہ ان فتنوں کا اثر ہر جگہ پہنچے گا۔اس وجہ سے فرمان نبوی ﷺ صادر ہوا کہ درخت کے جڑ کو اپنی پناہ گاہ بناؤ لیکن اس فتنے سے بچ جاؤ۔یعنی گھر بار چھوڑ کر جو کر سکتے ہو کرو لیکن بچو اور بچنے کی کوشش کرو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَیْفَ بِکَ اِذَا اُبْقِیْتَ فِیْ حُثَالَۃٍ مِنَ النَّاسِ مَرَجَتْ عُھُوْدُھُمْ وَاَمَانَاتُھُمْ وَاخْتَلَفُوْا فَکَانُوْا ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ قَالَ فَبِمَ تَاْمُرُنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْکِرُ وَعَلَیْکَ بِخَاصَّۃِ نَفْسِکَ وَاِیَّاکَ وَعَوَامَّھُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَلْزِمْ بَیْتَکَ وَاَمْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْکِرُ وَعَلَیْکَ بِاَمْرِ خَاصَّۃِ نَفْسِکَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا عبداللہ! تو اس وقت کیا کریگا جب کہ تجھ کو ناکارہ لوگوں میں چھوڑ دیا جاے تا (یعنی جب کہ خدوند تعالیٰ تجھ کو ناکارہ اور بُرے لوگوں میں زندگی بسر کرنے کا موقع دے گا) ان کے عہد اور امانتیں مخلوط اور غیر مخلوط ہوں گی (یعنی عہد شکن اور خائن ہوں گے) اور آپس میں اختلاف رکھیں گے اس طرح

3 یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے کے اندر داخل کیں اور فرمایا کہ وہ اس طرح ایک دوسرے سے مختلف ہونگے عبداللہؓ نے عرض کیا (اگر میں وہ زمانہ پاؤں) تو آپ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا۔ اس چیز کو اختیار کر جس کو تو حق جانتا ہے اور اس چیز کو چھوڑ دے جس کو تو برا جانتا ہے اور اپنے آپ کو لازم پکڑے (یعنی صرف اپنے کو سنبھالے رکھ) اور عوام سے دور رہ (یعنی عوام کے معاملات میں دخل نہ دے) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ۔ اپنے گھر میں پڑا رہ۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھ۔ اس چیز کو اختیار کر جس کو تو اچھا جانتا ہے اور اس کو چھوڑ دے جس کو بُرا سمجھتا ہے اور صرف اپنی ذات کو سنبھال اور عوام کے معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھ۔ (ترمذی)

تشریح: یہاں حدیث نبوی ﷺ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے صوابدید پر عمل کرو بھی اور عمل چھوڑ بھی لیکن دوسرے احادیث جس سے صاف ظاہر ہے کہ نجات کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے قرآن وسنت کا اس فرمان نبوی ﷺ سے مراد یہ ہے کہ کسی کے کہنے پر اپنے عملی زندگی میں تبدیلی مت لانا۔ اگر چہ بہت بڑا عالم وزاہد، مفتی شیخ وغیرہ کی جماعت آکر آپ کو اپنی [illegible]ت وعمل کی دعوت دیں بلکہ اپنے علم جو قرآن وحدیث وسنت سے تجھے حاصل ہے۔ بس وہی کافی وشافی ہے۔ اور سب سے بڑی بات کہ عوام سے دور رہ نہ یہ کہ عوام میں خلط ملط ہو کر کچھ اُس کی سنیں اور کچھ اپنی سنائیں اور اُمید رکھیں پوری دین کی۔ صرف اور صرف اپنی ذات کو سنبھال۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بُكْمَاءُ عَمْيَاءُ مَنْ اَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيْهَا كَوُقُوْعِ السَّيْفِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے قریب ہے کہ گونگے بہرے فتنہ کا ظہور ہوگا جو شخص اس فتنہ کے قریب جائے گا یا اس کو دیکھے گا فتنہ اس کو دیکھے

گا اور اس کے قریب آ جائے گا۔ اس فتنہ میں زبان درازی تلوار مارنے سے زیادہ سخت ہے۔

(ابوداؤد)

تشریح: اندھا، بہرا اور گونگا فتنہ اس کے بارے میں ہم نے پہلے ذکر کیا ہے لیکن حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری کڑی جو اس فتنے کے قریب جائے گا اسی کا رہ جائے گا۔

صاحب مظاہر حق محدث دہلویؒ نے ایسا ہی لکھا ہے کہ جو لوگ بھی دیکھنے کی نیت سے جائیں گے۔ اتنا اچھا اور خوش نما اسلام نما باطل ہوگا بس اسی کا رہ جائے گا۔ اس کی مثال ہمارے دعوتِ تبلیغ کی بھی جماعت ہے کہ جو بھی دیکھنے کی نیت سے گیا ضرور متاثر ہوا ہے۔ اس وجہ سے اس کے داعی صرف اور صرف دیکھنے کی باتیں کرتے ہیں کہ بھائی صرف آ کر دیکھے اگر مزہ نہ آئے پھر کبھی نہ آنا۔ اس کے خلاف زبان درازی کرنا تلوار مارنے سے زیادہ سخت ہوگا۔ چونکہ یہ فتنہ اتنا باثر لوگوں کے امارت میں چلے گا اور اتنا بڑا اسلام کی لبادہ پہن کر پیش کریگا کہ اس کے خلاف لکھنا بولنا گویا پوری دین اسلام کو ڈھا دینے کے برابر تصور ہوگا۔

تو پوری دین اور اس کے داعایان کے خلاف بات کوئی بھی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوگا بلکہ آپ کی خیر نہ ہوگی کیونکہ یہ لوگ پوری دین پوری دین کے نعرے لگائیں گے اور لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ لوگ حق میں ہیں۔ اس کے خلاف عمل کرنا جنگ و جدل سے شدید تر ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ خفیہ طور پر ایسے لوگ اس میں شامل ہونگے اور شامل ہیں جو کہ تبلیغ کے خلاف چلنے والی زبان کاٹ دیتے ہیں۔ اور قلم توڑ ڈالتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

چند فتنوں اور ایک عظیم الشان فتنے کی پیشن گوئی

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَاَكْثَرَ فِيْ ذِكْرِهَا حَتّٰى

ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِيَ حَرَبٌ وَحَرَبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ وَدَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِي يَزْعَمُ اَنَّهُ مِنِّي وَلَيْسَ مِنِّي اِنَّمَا اَوْلِيَائِيَ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلْعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِيْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا اِيْمَانَ فِيْهِ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهٖ اَوْ مِنْ غَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بہت زیادہ قریب ذکر کیا یہاں تک کہ احلاس کے فتنہ کا بیان کیا (یعنی اس فتنہ کا جو عرصہ دراز تک قائم رہے گا) ایک شخص نے پوچھا احلاس کا فتنہ کیا ہے (یعنی اس کی کیفیت کیا ہے) آپ نے فرمایا وہ بھاگنا ہے (یعنی لوگ ایک دوسرے کے خوف سے بھاگ نکلیں گے) اور زبردستی مال کا چھین لینا اور پھر سراء کا فتنہ ہوگا (یعنی خوش حالی، اسراف اور عیش و عشرت کا فتنہ) اس فتنہ کی تاریکی ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے نکلے گی جو میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ (یعنی یہ شخص فتنہ کا بانی ہوگا) وہ شخص یہ خیال کرے گا کہ وہ میرے خاندان سے ہے لیکن حقیقت میں مجھ سے نہ ہوگا (یعنی وہ اگرچہ میرے خاندان سے ہوگا لیکن میرے طریقہ پر نہ ہوگا) اس وقت میرے دوست پرہیز گار لوگ ہوں گے پھر لوگ ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرینگے جو کولھے کے اوپر پسلی کے مانند ہوگا (یعنی جس طرح پسلی کولھے کے اوپر غیر مستقیم ہوتی ہے اسی طرح وہ غیر مستقل مزاج ہوگا) اس کے بعد دہیماء کا فتنہ ہوگا (یعنی سیاہ و تاریک فتنہ) یہ فتنہ میری امت میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑے گا اور ہر شخص پر ایک طمانچہ لگائے گا (یعنی

ایک شخص بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہے گا) پھر جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہو گیا کہ اس کی مدت کچھ اور بڑھ جائے گی اور اس کے بعد یہ فتنہ طول کھینچے گا۔ آدمی صبح کو مومن اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ آدمی دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے (یعنی دو فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے) ایک خیمہ ایمان کا ہوگا جس میں نفاق نہیں ہوگا اور ایک خیمہ نفاق کا ہوگا جس میں ایمان نہ ہوگا جب ایسا وقوع میں آجائے تو تم دجال کا انتظار کرو (یعنی اسی روز یا دوسرے روز) (ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث کی تشریحات میں محدثین نے حضرات نے یقینا بہت کلام کیا ہے اور اس فتنوں کو بعد میں آنے والے وقت میں ظہور پر پذیر ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔ تو اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حصہ وہ ہے جو قرب قیامت سے دور ہے اور ایک حصہ وہ ہے جس کے بالکل آخر میں دجال کا ظہور ہوگا۔ تو پہلے فتنے جو گزر چکے ہیں اس میں ہم کلام نہیں کرینگے بوجہ وقت کی اختصار سے اور دوسرا حصہ جس میں آخری زمانے کی پیشن گوئیاں ہیں۔ اس کے متعلق ہم تشریح عرض کرینگے ہم نے کتاب کی ابتداء میں بھی لکھا ہے کہ اگر دلائل اچھے اور میزان پر پورے اُتر جائیں تب مانو اور عمل کرو ورنہ کتاب کو الماری کی نذر کرو۔ ثم یصطلح الناس علی رجل کورک علی صلح۔ پھر لوگ ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرینگے جو کہ کھو لھے کے اوپر پسلی کے مانند ہوگا۔ اس سے کونسا شخص مراد ہوسکتا ہے۔ کیا اس بابت ہم مولنا الیاس صاحب کا نام لے سکتے ہیں جو بقول خود علماء و بزرگان دعوتِ تبلیغ والوکا کہ مولانا الیاس صاحب کا وزن 30 کلو تھا تو 30 کلو والا شخص صرف پسلی ہی ہوتا ہے۔

جس طرح ہم اصطلاح میں کہتے ہیں کہ فلاں اتنا کمزور ہے کہ بس پسلی ہے۔ اس طرح عربی اور دوسرے زبانوں میں بھی صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ، پسلی ہڈی وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ

بولے جاتے ہیں ۔تو جناب مولانا صاحب صرف پسلیوں کا مجموعہ تھا۔لوگوں نے اندھا دُھن اس شخص کے ہاتھ پر ایسا بیعت فرمایا جس کی نظیر نہیں ملے گی۔حضرت الیاس صاحب کی طبعی حیثیت اگر دیکھی جائے تو حدیث کے الفاظ اور حضرت الیاس صاحب کی صحت اور طبیعت ایک ہی برابر ہے۔

یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ لوگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرینگے جو پسلیوں کی طرح ہوگا یا پسلیوں کے اوپر کی ہڈی کی مانند ہوگا۔الناس بمعنی بہت سے لوگ مجمع کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو تو آج اس محنت والوں کی بیعت یقیناً اس حدیث کی مصداق بن جاتی ہے بوجہ کثرت اور بوجہ بیعت مضبوط ہونے کے۔اس کے متصل ایک فتنہ پیدا ہوگا۔اب یہ فتنہ اس شخص والے فتنے سے نکلے گا یا یہ کوئی دوسرا فتنہ ہوگا۔اگر ہم اس فتنہ کے اول اور آخر کو مان لیں تو بُرا نہ ہوگا کہ لوگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے پھر اس کے بعد ایک ایسا عظیم فتنہ بن جائے گا۔جس کا اثر دُنیا کے ہر کونے اور ہر شخص کو پہنچ جائے گا یہاں حدیث کے الفاظ پھر یہ ہیں لایدع احد من ھذہ الامۃ کہ اس اُمت کا کوئی فرد باقی نہ رہ جائے گا یعنی دین حق والے ہونگے لیکن اس فتنے کا اثر ضرور بہ ضرور پہنچے گا یعنی حق والوں کو بھی اس کا اثر پہنچے گا۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عظیم ہے کہ الا لطمتہ لطمۃ کہ میرے اُمت کے ہر فرد کو اس کا تھپڑ پہنچ جائے گا۔

محدثین حضرات تھپڑ سے مراد اثر لیتے ہیں۔لطمۃ سے چپکا نا بھی مراد ہے اب اس جماعت والوں کا اثر ساری دُنیا میں اس امت کے ہر فرد پر ہے یا نہیں کیا اس جماعت والے مسلمانوں کے پیچھے نہیں پھرتے کیا اس کے اصولوں میں یہ نہیں ہے کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان ہوں اُسی کو دعوتِ تبلیغ دو؟ کیا اس جماعت کے اُصولوں میں یہ نہیں ہے کہ کافروں، مشرکوں وغیرہ

کو دعوت مت دو بلکہ اپنے مسلمانوں کے ساتھ ملاقاتیں کرو خواہ وہ مدینۃ المنورہ میں ہوں خواہ وہ برطانیہ اور واشنگٹن میں ہو جہاں مسلمان ملے چپک جاؤ تا کہ دعوتِ تبلیغ میں نکل جائیں۔

اس کی مثال میں یوں دے سکتا ہوں کہ میں خود جو اس کے خلاف لکھ رہا ہوں اس کے اثر سے بچا ہوا نہیں ہوں اور ایسے شیخ الحدیث جس نے اس کے خلاف قلم اُٹھا کر لکھا ہے اور بہت کچھ لکھا ہے۔ اُس نے بھی 40 دن لگائے ہیں اور ہم نے بھی چار مہینے اور دو چلے بے شمار سہ روزے لگائیں ہیں۔ اور آج میں چیلنج سے کہہ سکتا ہوں کہ آج تک ایسی کوئی جماعت نہیں گزری ہے جس کی اثر اس اُمت کے ہر شخص کو پہنچا ہوا ہو سوائے دعوتِ تبلیغ والی جماعت کے۔ جس کے اثر سے نہ عالم بچ سکا نہ مفتی نہ شیخ الحدیث بچ سکا۔ نہ عورت نہ مرد، نہ گونگا نہ بہرا نہ بادشاہ اور نہ گدا۔ نہ مدینۃ المنورہ اور مکۃ المکرمہ میں کوئی بچ سکا نہ برطانیہ اور واشنگٹن میں بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں متاثر ہوا ہے مثلاً کسی نے کوئی وقت نہیں لگایا ہے چلو کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ نماز کے بعد اعلان تو سنا ہوگا عمومی یا خصوصی گشتوں میں اُس کے ساتھ ملاقات کسی نے کی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں اس جماعت کو چلتے ہوئے دیکھا ہوگا کہ کس طرح معصوم بن کر ذکر کرتے ہوئے جارہے ہیں دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے اُمت کے غم میں گھل رہے ہیں۔

یہ بھی ایک عظیم اثر ہے کہ آپ کے دل میں خیال آیا کہ واقعی دُنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اُمت کے غم میں شہر بشہر قریہ قریہ پھرتے ہیں۔ تو آج میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ آخری زمانے کی کوئی دوسری جماعت ہمیں بتائیں جس کے اثر سے شہروں، گاؤں، پہاڑوں، بیابانوں ،آبادیوں اور غیر آبادیوں اپنے وطن میں اور غیروں کے چمن میں کوئی ایسا ہو جو اس کے اثر سے بچ چکا ہو۔ دعوتِ تبلیغ کے بغیر نہ ہے نہ تھا اور شاید نہ کوئی دوسری جماعت ایسی پیدا ہو جائے۔ پھر کسی وقت اس کے ختم ہونے کی آوازیں لگ جائیں گی اس سے مراد اگر ہم طالبان کی حکومت

افغانستان میں لے لیں تو غلط نہ ہوگا کہ طالبان کی حکومت کی وجہ سے کام کے کرنے اور نہ کرنے پر مشورے شروع ہو گئے اور بات یہاں تک پہنچی کہ افغانستان میں کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ یعنی کام کو کم کیا تھا اور اجتماعات کی اجازت بھی نہ تھی۔

خود رائے ونڈ والوں نے افغانستان کی اجتماعات طالبان کی حکومت میں منع کیے تھے جس کی شہادت ہم کو امر بالمعروف رئیس نے دی تھی۔ اور دوسری طرف لوگوں نے بھی سمجھا کہ اب امر بالمعروف ونہی عن المنکر شعبہ زندہ ہوا۔ اب دعوت تبلیغ کی کوئی ضرورت نہیں لیکن سکوت افغانستان طالبان کے بعد پھر سے کام زور و شور سے شروع ہوا اور افغانستان کے اندر کابل میں امریکی فوجیوں کی حفاظت میں اجتماعات ہونے لگیں۔

شاید یہ وقت گزر چکا ہے یا ہوسکتا ہے اس کے بعد کوئی وقت آجائے کہ علماء دیوبند وغیرہ جمع ہو کر اس کے خلاف فتویٰ لکھیں اور یہ کام کچھ وقت کے لیے رُکے لیکن پھر چالو ہو جائے گا۔ اب اس کے بعد کہ یہ کام والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو جائے گی اور حق جماعت کے لیے اس لوگوں کے ہاں بس معیار یہ ہوگی کہ لوگ زیادہ آرہے ہیں یہ سارے پاگل تو نہیں ہیں جب معیارِ حق تبدیل ہو جائے۔ تو حق چھپ جاتا ہے جب حق کی حقانیت ذہن سے محو ہو جائے تو ایمان کی بقا ناممکن ہے تو آج جس طرح ان لوگوں کے ہاں معیارِ حق عجیب ترین باتیں ہیں جو اختصار کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں کا ایمان سے نکلنے کا خدشہ موجود ہے۔

(1) دعوت: یہ جماعت دعوت چلاتے ہیں جس کی وجہ سے اپنے کام کو معیارِ حق پر پورا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بھی دعوت چلاتے تھے اور ہم بھی چلاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ہماری اور اُس کی دعوت میں فرق کتنا ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

(2) جہاد، ہجرت، نصرت اور تشکیل: یہ تمام اعمال معیاری دین کی اصل ہیں اور یہ جماعت

بھی یہی اصطلاحات اپنے کام کے لیے پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو حق جماعت کہتے ہیں۔لیکن اس جماعت کے یہ اعمال اور شریعت میں اسی اعمال کے متعلق احکامات الگ الگ ہے۔

(3) علماء کا زیادہ ہونا: اس جماعت میں علماء دیوبند جو حق جماعت کی نشانی ہے زیادہ سے زیادہ لگے ہوئے ہیں اب جب ایک کام علماء کریں اور ہر سال ہزاروں علماء تشکیلیں کریں تو یہ جماعت حق کیوں نہ ہوگی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مشکل سوال کے جواب کو چند سالوں میں حل کروایا یقیناً یہ ایک ایسا اہم سوال اور سوال کا اہم جواب تھا جس کی وجہ سے ہمیں سکوت اختیار کرنا پڑتا تھا۔لیکن الحمد اللہ کہ مضاربت کے نام پر جو پاکستان مین کاروبار ہوا جو آخر میں ڈبل شاہ پر مشہور ہوا جس میں تبلیغ میں لگے ہوئے علماء، مفتیان صاحبان، شیوخ حضرات، مقیمین حضرات ایسے بُری طرح پھنس گئے جو واضح دلیل بنا باطل ہونے کا اور ہمیں بھی جواب آیا اُن کے سوالوں کا کہ اگر اتنے علماء سود میں اور ایسے عظیم فراڈ میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو یہی علماء کیا ایسے کام میں ملوث نہیں ہو سکتے جس کا کوئی اصل نہ ہو یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا کے بارے میں ہم اتنے سخت ہیں جس کی نظیر نہیں ملے گی۔قرضہ دینا، سودا کرنا وغیرہ کرنے کے لیے ہزاروں پینترے تبدیل کرتے ہیں تا کہ نقصان نہ اٹھانی پڑے۔لیکن دین کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھتے مثلاً آگے نمازی نماز پڑھاتا ہے۔قرأت اور نماز کے علوم وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے۔بس اقتداء کر کے نماز سے خلاصی نصیب ہو جائے جب نماز جو اہم فریضہ ہے کہ متعلق ہمارا یہ رویہ ہے تو دین کے دوسرے احکامات کا کیا پوچھنا۔تو علماء کا زیادہ ہونا حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔ورنہ ڈبل شاہ والی جماعت بھی حق تسلیم کرنا پڑے گی۔ کیونکہ انکے بانی مفتی اور اسمیں شامل ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں علماء تھے۔

(4) مجمع کی زیادتی: اس کے متعلق ان لوگوں کا نظریہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

لایجتمع امتی علی ضالالة

کہ میرے امتی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے

تو اتنی اجتماع اُمت کیسی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ یہاں حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ پورے نہیں کرتے اور اس حدیث کا مطلب بھی غلط پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں فرمان نبوی ﷺ ہے کہ میرے اُمتی ہو کر گمراہی پر جمع نہیں ہونگے۔

فان جتمعت فانی بریئون منھم و ھم بریئون منا

پھر اگر گمراہی پر جمع ہو گئے تو میں اُس سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہونگے۔

تو مجمع کی زیادتی حقانیت کی دلیل نہیں ورنہ ساری دُنیا میں کفار مشرکین زیادہ ہیں اور مسلمانوں کے اندر بدعتی اور مشرکین حق جماعت سے زیادہ ہیں۔ تو اس جماعت کی آج حقانیت کی معیار تبدیل ہے جس کی وجہ سے وہ حق والوں کی مخالفت اور باطل کی حمایت کرتا ہے جس کی وجہ سے صبح کو مؤمن بوجہ صحیح جماعات بندی والے نہ ہونے کی وجہ سے اور شام کو کافر بوجہ صحیح اُصولوں پر کامل بدعتی جماعت والے ہوتے پر یہ سلسلہ جب چل پڑے تو آگے دُنیا دو خیموں میں تقسیم ہو جائے گا ایک خیمے میں خالص مؤمنین اور دوسرے خیمے میں خالص مؤمنین نما کافرین جس کو منافقین کہتے ہیں۔ یقیناً یہاں بہت زیادہ کلام ہے جس کی وجہ سے حق اور باطل سمجھایا جا سکے لیکن بوجہ اختصار وقت کے ہم اس تفصیل میں اب نہیں جا سکتے۔ تو اس کے فوراً بعد دجال کا انتظار ہیں میرے نبی علیہ السلام نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے اس دنیا کو دو خیمے کہہ کر فرمایا ہے اور آج 1400 سال بعد ایک جاہل انگریز نے اس دُنیا کو گلوبل ویلج کہا ہے۔ تو میرے نبی علیہ

السلام کا ارشاد ہمارے دل کی گہرائیوں میں ہو۔

حق جماعت کا کام اوّل سے لے کر آخر تک

وَعَنْ نَافِعِ ابن، عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تغزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّمْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت نافع بن عتبہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے بعد تم جزیرہ عرب سے لڑو گے اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھوں پر فتح کریگا پھر تم فارس سے لڑو گے اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی فتح بخشے گا پھر تم روم سے لڑو گے اور خدا اس پر بھی تم کو فتح دیگا۔ پھر تم دجال سے لڑو گے اور اس پر بھی خدا تم کو فتح عنایت فرمائے گا۔ (مسلم)

تشریح: لڑائی یعنی جہاد و قتال فی سبیل اللہ حق جماعت کی اولین اور آخرین نشانی ہے۔ اس کے خلاف جن جماعتوں میں لڑائی جھگڑے اسلام کے لیے جہاد کی بجائے فساد سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔حق کی تضاد جماعت ہے۔

وَعَنْ ذِیْ مُخْبَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ فَتُنْصَرُوْنَ وَتَغْنَمُوْنَ وَتَسْلَمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰى تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تُلُوْلٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيْبَ فَيَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِيْبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَدُقُّهُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَيَثُوْرُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى اَسْلِحَتِهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ

الْعَصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔ و کذافی المشکوٰۃ

ترجمہ: حضرت ذی مخبرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ۔مسلمانو! تم عنقریب روم سے با امن صلح کرو گے پھر تم اور رومی باہم مل کر ایک اور دشمن سے مقابلہ کرو گے تم کو مدد دی جائے گی (یعنی خدا کی طرف سے) تم غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت رہو گے پھر تم سب (یعنی مسلمان اور رومی) واپس ہوں گے اور ایک ایسی جگہ قیام کرو گے جو سبزہ سے شاداب ہو گی اور جہاں میلے ہوں گے وہاں نصرانیوں میں ایک شخص صلیب کو لے کر کھڑا ہو گا اور کہے گا ہم نے صلیب کی برکت سے فتح اور غلبہ حاصل کیا اس پر ایک مسلمان غضب ناک ہو جائے گا اور صلیب کو توڑ ڈالے گا اس وقت رومی عہد کو توڑ دیں گے اور جنگ کے لیے لشکر جمع کریں گے اور بعض راویں نے اس حدیث میں یہ الفاظ اور بیان کیے ہیں کہ مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑیں گے اور نصرانیوں سے لڑیں گے پس خداوند تعالیٰ مسلمانوں کی اس جماعت کو شہادت کی بزرگی عطا فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح: مسلمانوں کی جماعت کا کام کیا ہو گا اوّل سے لے کر آخر تک ہم اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ سکتے ہیں ۔حق جماعت کا کام کیا ہو گا اس کے بارے میں کتنی آیتیں قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں یہ ایک مستقل ضخیم کتاب کی شکل میں موجود بھی ہے اور موجود ہونا بھی چاہیئے ۔دوسری طرف ہم کس چیز کو رواج دینا چاہتے ہیں اور کس کی بدعت کو عام کرنا چاہتے ہیں۔

آخری زمانے میں جھوٹوں کی بھرمار ہو گی

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمْ

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے بہت سے جھوٹے پیدا ہونگے تم ان سے اپنے آپ کو بچاؤ (جھوٹوں سے مراد یا تو جھوٹی حدیثیں بنانے والے یا مدعیان نبوت)۔(مسلم)

تشریح: بہت سے جھوٹے پیدا ہونگے جن سے بچنا مشکل ہوگا اب نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کو خبردار فرمایا کہ بچو جھوٹوں سے۔

جھوٹوں سے کیا مراد ہے؟ دُنیا کے لیے جھوٹ بولنے والے یا دین میں گمراہی پھیلانے کے لیے جھوٹ بولنے والے۔ محدثین حضرات نے کذابین سے مراد وہ جھوٹے لیے ہیں جو دین اسلام کے معاملے میں جھوٹ بولتے ہیں۔ غلط احادیث کو پیش کر کے اسلام میں گمراہی پھیلاتے ہیں یا جھوٹی دعویٰ نبوت کریں یا جھوٹ یا سچ کو خلط ملط کر کے ایسی محنت پر لوگوں کو اُکسائے جو خیر القرون سے ثابت نہ ہو۔ جو آج کل تبلیغ والوں کا شیوہ ہے۔ حضرت الیاس صاحب کا کام کو نبی علیہ السلام کا کام سمجھ کر کرتے ہیں اور کروانے کی دعوت چلاتے ہیں جھوٹے خواب اور موضوعی احادیث کا سہارا لے کر اس کام کو جہاد فی سبیل اللہ سے بڑا اور عظیم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کام سارے انبیاء علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے اس حدیث کی مصداق بن جاتے ہیں۔

حق جماعت والوں کی مدد کے بارے میں فرمانِ

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰى مَقْدَمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُوْرٌ يُوَطِّنُ اَوْ يُمَكِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهُ اَوْ قَالَ اِجَابَتُهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔

ترجمہ: حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ایک شخص ان شہروں میں جو نہر کے پیچھے واقع ہیں ظاہر ہوگا اس کا نام حارث حراث ہوگا۔ اس کی فوج کے اگلے حصہ پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ یہ حارث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو جگہ یا ٹھکانہ دے گا۔ جس طرح کہ قریش (کے ان لوگوں) نے (جو ایمان لے آئے تھے) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھکانا دیا تھا ہر مسلمان پر اس شخص کی مدد واجب ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث کی مصداق جماعت آج کل کے علماء اور شیوخ نے افغانستان کے طالبان حکومت (جو گزر اہوا ہے) اور عرب کے وہ علماء وغیرہ جو افغانستان میں مقیم تھے لیا ہے تو اس حق جماعت کی پہچان کیا چیز ہے اور اس کے متوازی جماعت کی پہچان کیا چیز ہے۔ فیصلہ ناظرین کرام کے ہاتھ میں ہے۔

ایک ہدایت

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَاْتُوْهَا فَاِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب تم خراسان کی طرف سے سیاہ نشان آتے دیکھو تو ادھر متوجہ ہو جاؤ (یعنی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ) اس لیے کہ اس نشانوں میں خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

''اس نشانی والوں کا تحقیق کرو پھر پتہ چل جائے گا کہ اس نشانی والوں کا کام کیا ہے اور وہ جماعت کونسی ہے۔''

دجال کے مطیع لوگوں کا ایک گروہ

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَتبَعُ الدَّجَالَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبعُوْنَ اَلْفًا عَلَیْهِمُ السِّیجَانُ رَوَاهُ فِیْ شَرحِ السُّنَّةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جن کے سروں پر سبز چادریں پڑی ہوں گی دجال کی اطاعت قبول کرلیں گے۔

تشریح: آج کل جو سبز پگڑی والے پھر رہے ہیں جس کی تعداد لاکھوں میں ہے یہ سب ستر دجال کی اطاعت کر کے اپنے شرک اور کفر کی آخری حدود کو چھولیں گے۔ کیونکہ آج بھی شرک میں مبتلا ہیں اور کل شرک کی آخری حدود کو پہنچ جائیں گے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ تبلیغ والے انہی لوگوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کو اپنی جماعت بندی کی دعوت بھی دیتے ہیں

اللھم احفظنا من فتنة المسیح الدجال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق جماعت والوں کے اقتدا میں نماز پڑھیں گے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاہِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کے واسطے جنگ کرتی رہے گی اور قیامت کے دن تک دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتی رہے گی۔ پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے اور (میری امت کا) امیر ان سے کہے گا '' آؤ ہم کو نماز پڑھاؤ! '' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے، میں امامت نہیں کرتا اس لیے کہ تم میں سے بعض لوگ بعض پر امیر و امام ہیں اور خداوند تعالیٰ اس امت کو بزرگ و برتر سمجھتا ہے۔ (مسلم)

تشریح(1: اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ ایک جماعت حق کی ہمیشہ سے اس اُمت میں رہے گی اور حق کے لیے لڑے گی یہ جماعت کی شکل میں ہوگی تبلیغ والوں کے بقول کہ یہ کام زندہ تھا لیکن انفرادی طور پر لیکن حضرت الیاس صاحب کے ذریعے 1000 سال بعد اجتماعی صورت میں زندہ ہوا یقینا دین پر ایک افترا اور نبی علیہ السلام کے اقوال مبارکہ سے انحراف اور کھلی بغاوت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک حق جماعت فرمایا ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ گروہ یعنی جماعت کی شکل میں دین کے لیے لڑے گی اور ہمیشہ کے لیے غلبہ بھی انکا ہوگا۔ غلبہ سے مُراد حکومت ملنا نہیں بلکہ دُشمنوں پر رُعب اور دبدبہ ہے جس کی وجہ سے دشمن اسلام ہر وقت پریشان اور غمگین ہوں اور آج سے لے کر ہم اوّل زمانے تک اگر تاریخ لے لیں کسی وقت میں بھی اس حق جماعت والوں سے دشمن بے خوف نہیں رہے۔ اگر چہ واشنگٹن کے محلات میں رہتا

ہو یا برطانیہ کے شاہی محل میں رہنے والالیکن حق جماعت کی مار سے ہمیشہ کے لیے ڈرتا رہے گا یہ جماعت اوّل سے لے کرآخر تک رہے گی یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے جو ہمارا جزء ایمان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان حق جماعت والوں کے پیچھے کسی ایک کے اقتدا میں نماز پڑھینگے۔ اس جماعت کی سب سے بڑی نشانی لڑائی ہے۔ اوردعوت تبلیغ والے جو اسی لباس میں پھرتے ہیں اس کا کام صرف خروج ہے اور وہ بھی حضرت الیاس کے کام کے لیے بس حق اور باطل کو پہچانو۔

بدعتیوں کو حوضِ کوثر سے دور رکھا جائے گا۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لِيَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنِیْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّیْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرا حوض کوثر پر تمہارے ساتھ سامنا ہوگا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا پانی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھ کو پہچان لیں گی پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا۔ یہ لوگ تو میرے ہیں یا میرے طریقے پر ہیں۔ اس کے جواب میں بتایا جائے گا کہ تم کو معلوم نہیں انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کی ہیں (یہ سن کر) میں کہوں گا وہ لوگ دور ہوں مجھ سے دور خدا کی رحمت سے دور جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی ہے۔

تشریح: یعنی نبی علیہ السلام اپنے بعض امتیوں کو پہچان لیں گے بوجہ دینی جماعت ہونے کے یعنی قیامت کے دن بھی اس اُمت کے بعض جماعتیں اور قومیں اسی اُمتی کی شکل میں اُٹھے گی اور حوضِ کوثر کے قریب جائیں گی اور نبی علیہ السلام کو پہچان بھی لے گا۔ اور نبی علیہ السلام بھی ان اقوام کو پہچان لیں گے لیکن پھر دفعتاً نبی علیہ السلام اور ان قوموں کے درمیان فرشتے وغیرہ حائل ہو جائیں گے۔ جس پر نبی علیہ السلام فرمائیں گے کہ رکاوٹ ختم کرو یہ میرے امتی اور میرے طریقے پر ہیں لیکن جب آپ ﷺ سے کہا جائے گا کہ نہیں یہ تیرے اُمتی تو تھے لیکن دین کی اصل روح کو انہوں نے اپنی خواہش کے تابع کر کے مسخ کیا تھا تب نبی علیہ السلام فرمائیں گے۔

سُحقًا سُحقًا [illegible]

وہ لوگ مجھ سے اور میرے پروردگار کی رحمت سے دور ہو جنہوں نے میرے بعد میرے لائے ہوئے دین میں تغیر و تبدل کیا۔

آج کل کوئی بتا سکتا ہے کہ دعوتِ تبلیغ کے نام سے جو تغیر و تبدل شروع ہے شاید کسی دوسری جماعت میں ہو۔ جس کی تفصیل آگے گزر چکی ہے۔

حضرات انبیاء علیہ السلام کے کام اور تمنا کیا تھا؟

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر

فما وھنو الما اصابھم فی سبیل اللہ

وما ضعفوا و ماستکانو او اللہ یحب الصابرین۔

وَعَنْ ابی ھریرۃ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سُلَیْمَانُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَۃَ عَلٰی تِسْعِیْنَ امْرَاَۃٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بِمِائَۃِ امْرَاَۃٍ کُلُّھُنَّ تَاتِیْ بِفَارِسٍ یُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَقَالَ لَہُ الْمَلَکُ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فَلَمْ یَقُلْ وَنَسِیَ فَطَافَ عَلَیْھِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْھُنَّ اِلَّا امْرَاَۃٌ

وَاحِدَةً جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَايْمُ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے (ایک روز) سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں نوے عورتوں سے ایک روایت میں ہے سو عورتوں سے جماع کروں گا اور ان میں سے ہر عورت ایک سوار جنے گی۔ جو خدا کی راہ میں لڑے گا۔ فرشتہ نے سلیمان علیہ السلام سے کہا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہو لیکن انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا اور فرشتہ کے یاد دلانے پر بھی بھول گئے اور عورتوں سے مجامعت کی لیکن ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور وہ بھی آدھا مرد جنی اور قسم ہے۔ اس ذات کیؐ جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر سلیمانؑ انشاء اللہ کہہ لیتے (تو ساری عورتیں لڑکے جنتیں اور وہ) البتہ سوار ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کرتے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

تشریح: ہم قرآن اور حدیث کو جب دیکھتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام کا کام اور تمنا یوں پیش فرماتے ہیں اور آج ہم نے انبیاء علیہم السلام کی طرف کونسے کام منسوب کی ہے جو بے دھڑک تقاریر کرتے ہیں اور اللہ جل جلالہ سے ذرا برابر حیا نہیں کرتے۔

تورات میں اُمت محمدیہ کی صفات

وَعَنْ كَعْبٍ يَحْكِيْ عَنِ التَّوْرَاةِ قَالَ تَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيْظٌ وَلَا سَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ

لِلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَاءَ وَقْتُهَا يَتَأَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَيَتَوَضَّؤُنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِيْ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ سَوَآءٌ لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ۔

ترجمہ: حضرت کعبؓ تورات سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے تورات میں یہ لکھا ہوا پایا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کا رسول اور امیر یعنی خدا تعالیٰ کا بندہ مختار ہے وہ نہ درشت خور ہے نہ سخت گو اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتا بلکہ معاف کر دیتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ اس کی پیدائش کی جگہ مکہ ہے اور ہجرت کی جگہ طیبہ (مدینہ) اور اس کی حکومت شام میں ہے اور اس کی امت بہت حمد کرنے والی ہے جو خوشی اور غمی یا راحت و تکلیف دونوں حالتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتی اور تعریف کرتی ہے وہ جہاں ٹھہریں گے خدا تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے اور خدا تعالیٰ کی بڑائی کریں گے یعنی اللہ اکبر کہیں گے ہر زوال پر چاند اور سورج کی رعایت و نگہبانی کریں گے (یعنی اس کے طلوع و غروب اور زوال کا بھی خیال رکھیں گے۔ جب نماز کا وقت ہوگا نماز پڑھیں گے۔ (اپنی کمر کرنے والا (یعنی آذان دینے والا) آسمان و زمین کے درمیان ندا کرے ان کی صف بندی مساوی ہوگی۔ رات کو ان کی آواز پست ہے جیسی کہ شہد کی مکھی کی آواز (یعنی رات کو خفیہ عبادت کرینگے)۔ (مصابیح۔ دارمی)

تشریح: اُن کی صف بندی مساوی ہوگی یعنی نماز والے صرف نماز نہ پڑھینگے اور قتال والے صرف قتال نہیں کرینگے بلکہ نمازی اور قاتل دونوں ساتھ ساتھ ہونگے جماعت کی نماز میں پیش پیش ہونگے اور قتال فی سبیل اللہ میں پیش پیش ہونگے۔ اور آج اُمت میں جو تباہی و بربادی

آئی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ اِن دونوں صفوں میں فرق ہے بعض جماعتیں جس میں تبلیغ والے پیش پیش ہے نماز کی صف کو اولین اور آخرین سمجھتے ہیں اور قتال فی سبیل اللہ کو اور کسی آخری درجے میں ذکر نہیں کرتے۔(واللہ اعلم)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُنَیْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَا الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلفَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ تُحَدِّثُ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاهُ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ یَرْتَابُ فَبَیْنَمَا هُوَ عَلٰی ذٰلِكَ اِذْوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ حَدِیْثَكَ قَدِانْتَحَرَ فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰیهِ وَرَسُوْلُهُ یَابِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کی نسبت جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا یہ فرمایا کہ وہ شخص دوزخی ہے پھر جب لڑائی کا وقت آیا تو یہ شخص خوب لڑا اور بہت سے زخم اس کے جسم پر آئے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جس شخص کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے وہ تو خدا کی راہ میں خوب لڑا اور بہت سے زخم اس نے کھائے آپ نے فرمایا یاد رکھو وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ قریب تھا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں اس واقعہ سے شکوک و

شبہات پیدا ہو جائیں اور وہ آپ کے بیان کو سچا قرار نہ دیں یکا یک اس شخص نے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے دوزخی ہونے کا حکم لگایا تھا زخمیوں کی تکلیف سے بے چین ہو کر اپنے ہاتھ کو اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس کو سینہ میں پیوست کر لیا یعنی خودکشی کر لی یہ دیکھ کر بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خداوند تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا فلاں شخص نے خودکشی کر لی اور اپنے آپ کو مار ڈالا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر میں شہادت دیتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ اور خدا کا رسول ہوں اے بلال ؓ کھڑا ہو اور لوگوں کے درمیان اعلان کر دے کہ جنت کے اندر صرف مومن داخل ہوگا اور یہ کہ خداوند تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر کے ذریعہ بھی قوی کرتا ہے۔

تشریح: یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بندۂ خُدا لگا ہوا ہے اور دین کی دفاع اور دین کی سر بلندی کے لیے لڑ رہا ہے اور اُوپر سے نبی علیہ السلام نے اس پر جہنمی ہونے کی پیشن گوئی فرمائی۔ اصحاب کرامؓ تذبذب کے شکار ہو گئے کہ قتال کی طرح عظیم کام کرنے والا اور جہنم میں ڈالا جائے گا یہ کیسا ممکن ہے کیونکہ اُن کو پتہ تھا کہ جہاد اسلام میں کوہان کی طرح ہے جو اُونٹ پر ہوتا ہے۔لیکن اُس کی خودکشی نے نبی علیہ السلام کے ارشاد پاک کو صادق ثابت کر دیا اور آگے ارشاد مبارک ہوا کہ جنت صرف مومن کے لیے ہے اور البتہ بعض منافقین مرتدین وغیرہ بعض اوقات حق کام کرینگے پھر حق کام باطل شخص کے کرنے کی وجہ سے باطل نہیں ٹھہرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی دین کا کام اور دین کی نصرت مرد کافر سے بھی لیتا ہے۔تو پتہ چلا کہ حق کام باطل شخص کے کرنے کی وجہ سے باطل نہیں ٹھہرا بلکہ اُس کا حکم ایسا ہی برقرار رہا۔اسی طرح اس کی تضاد بھی ہے کہ باطل کام مسلمان کے کرنے سے حق نہیں ٹھہرتا۔اگرچہ اُس کے کرنے والے بڑے بڑے علماء کیوں نہ

ہو۔

اس حدیث مبارکہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ قریب تھا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں شکوک آجائیں اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ جہاد ایک عظیم ترین عمل سمجھا جاتا تھا اور یہ اسی عمل پر لگا ہوا تھا لیکن بعد کے عمل سے پتہ چلا کہ واقعی کبھی کبھی مرد کافر و فاجر سے اسک اچھا کام لیا جاتا ہے۔

(واللہ اعلم)

قابل تقلید زمانہ کونسا ہے؟

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ یَشْهَدُوْنَ وَلَا یُسْتَشْهَدُوْنَ وَیَخُوْنُوْنَ وَلَا یُؤْتَمَنُوْنَ وَیَنْذِرُوْنَ وَلَا یَفُوْنَ وَیَظْهَرُ فِیْهِمُ السِّمَنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَیَحْلِفُوْنَ وَلَا یُسْتَحْلَفُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ثُمَّ یَخْلُفُ قَوْمٌ یُحِبُّوْنَ السَّمَانَةَ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان سے متصل و پیوستہ ہیں پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو ان سے متصل ہیں پھر ان تین قرنوں کے بعد لوگوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو بغیر طلب و خواہش کے گواہی دیگی (یعنی ان سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا بلکہ وہ خود بخود گواہی دے گی) اور ایسے لوگ ہونگے جو خیانت کریں گے اور ان کی امانت و دیانت پر بھروسہ نہ کیا جائے گا۔ اور ایسے لوگ ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہ کرینگے اور ان میں موٹاپا یعنی فربہی پیدا ہوگی اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں نہ پھر ایسے لوگ پیدا ہونگے کہ بغیر قسم دلائے قسم کھائیں گے (بخاری ومسلم) اور

مسلم کی ایک روایت میں جو ابو ہریرہؓ سے منقول ہے یہ الفاظ ہیں کہ پھر ان لوگوں کے بعد ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو فربہی کو پسند کرے گی (یعنی عیش وعشرت کو)

تشریح: یہی تین زمانے قابل تقلید ہیں اور اسی زمانے میں اسلام جامع دین اور اکمل دین کی صورت میں رونما ہوا۔ اِن تینوں قرنوں کے بعد دین میں افراط وتفریط ہونے لگا۔ اب ہم کو اگر اپنی دین کی حقانیت معلوم کرنی ہے تو ان تینوں قرنوں سے ہی حاصل کرنی ہوگی۔ اہلسنت والجماعت اور علماء دیوبند کیوں حق ہے کیونکہ ان کی جوڑ خیر القرون کے ساتھ ملا ہوا ہے اگر کسی جماعت کی جوڑ خیر والقرون کے ساتھ نہ ہو تو کوئی جماعت بھی حق کی میزان پر پورا نہیں اُترے گی۔ یعنی ہمارے لیے معیار خیر القرون ہے نہ کہ شر والقرون میں کسی ایک کمزور عالم کی سوچ وفکر جس کی خیر والقرون کے ساتھ نہ کوئی جوڑ نہ کوئی مطابقت

صحابہ کرامؓ کی اقتداء ہدایت کا ذریعہ ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَنِ اخْتِلَافِ أَصْحَابِيْ مِنْ م بَعْدِيْ فَأَوْحٰى إِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ رَوَاهُ رَزِيْنٌ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنی وفات کے بعد صحابہؓ کے درمیان اختلاف کی بابت دریافت کیا (یعنی یہ کہ ان کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوگا اس میں کیا مصلحت ہے) خداوند تعالیٰ نے

مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ اے محمد ﷺ! تیرے اصحاب میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے بعض ان میں قوی ہیں (یعنی ان میں زیادہ روشنی ہے) بعض سے (کہ ان مین کم روشنی ہے) لیکن بہر حال سب روشن ہیں بس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (رزین)

تشریح: ماشاء اللہ ہمارے نبی علیہ السلام کے تلامذہ میں جو بھی شامل ہو گئے۔ خواہ وہ ضعیف ہو یا قوی۔ ہر حال میں قابل تقلید ہے۔ تو ہمیں چاہیے کہ اپنے اونٹوں کی مہاریں اُس کے پیچھے باندھے جس کا سلسلہ خیر والقرون تک پہنچی ہو یا نہ یہ کہ 1300ھ/1900ء میں بالکل نئ طرز محنت پر ایک جماعت جس کا خیر ولقرون کے ساتھ زبانی جمع خرچ کے علاوہ کوئی تعلق نہ ہو۔

حضرت ابوبکرؓ کے دو اعمال جو دوسروں کی ساری زندگی کے اعمال پر بھاری ہیں

یہ دونوں اعمال ہجرت اور قتال ہیں۔

عَنْ عُمَرَ ذُکِرَ عِنْدَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ فَبَکٰی وَقَالَ وَدِدْتُ اَنَّ عَمَلِیْ کُلَّہٗ مِثْلُ عَمَلِہٖ یَوْمًا وَاحِدًا مِنْ اَیَّامِہٖ وَلَیْلَۃً وَاحِدَۃً مِّنْ لَیَالِیْہِ اَمَّا لَیْلَتُہٗ فَلَیْلَۃٌ سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلَی الْغَارِ فَلَمَّا انْتَھَیَا اِلَیْہِ قَالَ وَاللّٰہِ لَا تَدْخُلُہٗ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَکَ فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَکَ فَدَخَلَ فَکَسَحَہٗ وَوَجَدَ فِیْ جَانِبِہٖ ثُقْبًا فَشَقَّ اِزَارَہٗ وَسَدَّھَا بِہٖ وَبَقِیَ مِنْھَا اِثْنَانِ فَاَلْقَمَھُمَا رِجْلَیْہِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اُدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَوَضَعَ رَاْسَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ وَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْ بَکْرٍ فِیْ رِجْلِہٖ مِنَ الْحُجْرِ وَلَمْ یَتَحَرَّکْ مَخَافَۃَ اَنْ یَّنْتَبِہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ وَاَمَّا يَوْمُهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَقَالُوْا لَا نُؤَدِّيْ زَكٰوةً فَقَالَ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ فَقَالَ لِيْ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وكذا في المشكوة

ترجمہ: حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک روتا ان کے سامنے ابوبکرؓ کا ذکر کیا گیا وہ اس ذکر کو سن کر رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ابوبکرؓ نے صرف ایک دن اور ایک رات کے اندر جو اعمال کیے ہیں کاش اس دن اور اس رات کے اعمال کی مانند ان کی ساری زندگی کے اعمال ہوتے (یعنی انکے ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر ان کی ساری زندگی کے اعمال ہوتے) ان کی ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی رات کو روانہ ہو کر غارِ ثور پر پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا خدا کی قسم! (آپ اس وقت تک غار میں قدم نہ رکھیں) جب تک میں اس کے اندر داخل نہ ہو کر دیکھ لوں کہ اس میں کوئی (موذی) چیز تو نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز ہوگی تو اس کا ضرر مجھ کو ہی پہنچے گا اور آپ محفوظ رہیں گے چنانچہ ابوبکرؓ غار کے اندر داخل ہوئے اور اُس کو صاف کیا پھر ابوبکرؓ کو غار کے اندر تین سوراخ نظر آئے ایک میں تو انہوں نے اپنے تہ بند میں سے چیتھڑا پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں میں انہوں نے اپنی ایڑیاں داخل کر دیں اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اندر تشریف لے آیئے رسول اللہ ﷺ غار کے اندر آ گئے اور ابوبکرؓ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ اس حالت میں سوراخ

کے اندر سے سانپ نے ابوبکرؓ کے پاؤں کو کاٹ لیا لیکن وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور اس خیال سے حرکت نہ کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کی آنکھ نہ کھل جائے لیکن شدت تکلیف سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے پوچھا۔ ابوبکرؓ کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو کاٹا گیا (یعنی سانپ نے مجھ کو کاٹ لیا ہے) رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں کے زخم پر لگا دیا۔ اور ان کی تکلیف جاتی رہی۔ اس واقعہ کے عرصہ دراز کے بعد سانپ کے زہر نے پھر رجوع کیا اور یہی زہر آپ کی موت کا سبب بنا (یعنی اسی زہر سے موت واقع ہوئی۔ اور ابوبکرؓ کے ایک دن کا عمل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہ کرینگے۔ ابوبکرؓ نے کہا اگر لوگ مجھ کو اونٹ کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے (یعنی جو شرعاً ان پر واجب ہوگی) تو ان پر جہاد کروں گا میں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! لوگوں سے الفت و موافقت کرو اور خلق و نرمی سے کام لو۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ ایام جاہلیت میں تو تم بڑے سخت غضب ناک تھے۔ کیا اسلام میں داخل ہو کر ذلیل و خوار (یعنی نامرد و پست ہمت) ہو گئے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے۔ کیا کمال پر پہنچنے کے بعد وہ میری زندگی میں کمزور ناقص ہو سکتا ہے۔ (ہرگز نہیں) یقیناً اس حدیث مبارکہ میں جو تفصیل ذکر ہیں اس پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ خود متن بھی ہے اور تفصیل و تشریح بھی ہے۔

مکہ میں اعلانیہ نماز پڑھنے کا سبب

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ظَاهِرًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ تو اسلام کو عزت وعظمت نصیب فرما۔ ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ یا عمر بن خطابؓ کے ذریعہ۔ اس دعا کے بعد صبح کو عمر بن خطاب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا اور اس کے بعد رسول خدا ﷺ نے علانیہ نماز پڑھی۔

تشریح: اعلانیہ نماز پڑھنے کا سب سے بڑی وجہ حضرت عمرؓ کی شجاعت اور مردانگی تھی جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا نہ یہ کہ حضرت عمرؓ بڑا داعی اور تدبر والے تھے کوئی دعوت چلائی یا کوئی تدبیر بنائی۔ جس کی وجہ سے مسلمان مکہ معظمہ میں اعلانیہ نماز پڑھنے لگے تو اصل کام یہی ہے یعنی قتال قوت وغیرہ۔

اُمت محمدیہ کی ابتداء ایک نبی ایک صدیق اور دو شہیدوں سے ہوئی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی ﷺ اور آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمان کوہِ احد پر چڑھے احد حرکت کرنے لگا (یعنی جوش مسرت میں جھومنے لگا) آپ نے احد پر ایک ٹھوکر لگائی اور فرمایا یا احد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری)

تشریح: ان تینوں قسم کے شخصیات نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد ہی میں گذاری تو کیو ہم کو ایسے شخصیات کی وہ زندگی مبارکہ نظر نہیں اتی (وماعلینا الا البلاغ)

جہاد وقتال اور دعوت وتبلیغ کا طریقہ

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِه فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِه وَجعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِکَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَوَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تَكُوْنَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ الْبَرَاءِ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْکَ فِيْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا۔ اور وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کریگا جب صبح ہوئی تو تمام لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں یہ امید لے کر حاضر ہوئے کہ وہ جھنڈا انہیں ملے گا (جب سب لوگ جمع ہو گئے تو) آپؐ نے پوچھا علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی جا کر ان کو بلا لائے چنانچہ ان کو بلا کر لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انکی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور وہ اچھی ہو گئیں گویا دکھتی ہی نہ تھیں پھر

آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان لوگوں سے (یعنی دشمنوں سے) اس وقت تک لڑونگا جب تک وہ ہماری مانند (مسلمان) نہ ہو جائیں آپ نے فرمایا جاؤ۔ اور اپنی فطری نرمی و آہستگی سے کام لو جب تم میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے دشمنوں کو اسلام کی دعوت دو (یعنی اسلام کی طرف بلاؤ) اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر خدا کا حق ہے خدا کی قسم! اگر تمہاری تحریک وتبلیغ سے خداوند تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہت بہتر ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں ہمیں تبلیغ کا طریقہ کار بتایا گیا ہے کہ پہلے پہل جاؤں مخالفین اسلام پر رعب ڈالو لشکر جہادی جذبے اور قوت سے پھر اگر وہ نرم ہو جائیں تو تم نرمی ہاتھ سے نہ نکالنا اور اگر جنگ کرنے کے لیے تیار ہو تو اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہ کرنا جو دوسری جگہ قرآن مجید میں واضح حکم موجود ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداءُ علی الکفارِ رحماءُ بینھم الی آخرہ اب ہم دیکھ سکتے ہیں اپنی طرز تبلیغ اور نبی علیہ سلام کی طرز دعوت وہ دعوت ایک قوت لشکر تلوار اور ڈھال کے ساتھ ہیں اسکا سامنا کفر اور اسکے کارندے ہیں اور ہمارا کام کیا ہے کس طرح ہے ہر جماعت والے اپنی بدعتوں پر نظر دوڑا کر فیصلہ کریں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْكَ مَثَلٌ مِنْ عِيْسٰى اَبْغَضَتْهُ الْيَهُوْدُ حَتّٰى بَهَتُوْا اُمَّهُ وَاَحَبَّهُ النَّصَارٰى حَتّٰى اَنْزَلُوْهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِيْ لَيْسَتْ لَهُ ثُمَّ قَالَ يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُقَرِّظُنِيْ بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَاٰنِيْ عَلٰى اَنْ يَبْهَتَنِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔

ترجمہ: حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ میں عیسیٰؑ سے

ایک مشابہت ہے۔ یہودیوں نے ان کو بُرا سمجھا یہاں تک کہ ان کی والدہ پر زنا کی تہمت لگائی۔ اور نصاریٰ نے ان کو اتنا پسندیدہ محبوب قرار دیا کہ ان کو اس درجہ پر پہنچا دیا جو ان کے لیے ثابت نہیں ہے (یعنی خدا کا بیٹا) اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرے معاملہ میں (یعنی علیؓ) کے معاملہ میں دو شخص (یعنی دو جماعتیں) ہلاک ہوں گی (یعنی گمراہی میں مبتلا ہوں گی) ایک تو وہ جو حد سے زیادہ مجھ سے محبت رکھنے والا ہوگا اور مجھ میں وہ خوبیاں بتائے گا جو مجھ میں نہ ہوں گی۔ دوسرے وہ جو میرا دشمن ہوگا اور مجھ سے دشمنی اس کو اس امر پر آمادہ کردے گی کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے۔

تشریح: ماشاء اللہ دین اسلام میں افراط اور تفریط دونوں مرام عمل ہیں اسی وجہ سے ہمیں بھی چاہیئے کہ درمیان والا راستہ یے اختیار کرلیں۔

جہاد فی سبیل اللہ اسلام میں ایک عظیم ترین عمل ہے جس پر نبی علیہ السلام بھی قربان ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کسی کے لیے ماں باپ کو جمع کرتے نہیں دیکھا مگر سعد بن مالکؓ کے لیے چنانچہ احد کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ سعد تیر چلا۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

تشریح: یقینا کمال کی انتہا ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے ایک صحابیؓ کے تیر مارنے پر ایسا ارشاد فرماتا ہے جو اس سے قبل اور بعد میں کبھی کسی کے لیے نہیں فرمایا۔ آج ہم ارم (یعنی مار) کی بجائے چند اعمال پر اکتفا کرتے ہیں بلکہ یہی اعمال کو اکمل اور افضل بھی جانتے ہیں۔ اُس

اعمال سے جس کے متعلق خود نبی علیہ السلام نے اپنے والدین کی قربانی کا فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاهُ وَاُمَّهُ اِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ اُحُدٍ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَقَالَ لَهُ اِرْمِ اَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ کو کسی کے لیے جمع نہیں کیا۔ مگر سعد بن ابی وقاص کے لیے چنانچہ احد کے دن ان سے فرمایا سعدؓ تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اور سعدؓ کے لیے آپ نے یہ بھی فرمایا تیر پھینکے جاا ے قوی جوان۔ (ترمذی)

افضل فرشتے

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ جِبْرَئِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع کہتے ہیں کہ جبرائیلؑ نبی ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا۔ آپ ﷺ بدر کے معرکہ میں شریک ہونے والوں کو کیا مرتبہ دیتے ہیں (یعنی آپ ﷺ کے خیال میں بدر والوں کا کیا مرتبہ ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہم ان کو مسلمانوں سے بہتر وافضل لوگ سمجھتے ہیں یا آپ نے اسی قسم کا اور جواب دیا جبرائیلؑ نے کہا بدر میں جو فرشتے حاضر ہوئے تھے ہم بھی ان کو ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔

تشریح: نبی علیہ السلام نے قتال فی سبیل اللہ میں حصہ لینے والے مومنین مجاہدین کو دوسرے مسلمانوں سے افضل قرار دیا اور جبریل علیہ السلام نے بھی جہاد میں حصہ لینے والے فرشتوں کو دوسرے فرشتوں سے افضل اور عظمت والے سمجھنے کی بات فرمائی تو اصل اور فضیلت والا عمل قتال فی سبیل اللہ ہے اور سب سے قبیح بدعت جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے متوازی کوئی دوسرا عمل شروع کرنا ہے۔ جو کہ آج کل تبلیغیوں نے ایسا متوازی عمل شروع کیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم دین کا کام کرتے ہیں لیکن اُس کا کام دین کی سربلندی کے لیے نہیں بلکہ دین اسلام کو کفار مشرکین کے سامنے نیچا دکھانے کے لیے ہیں۔

فتنوں کی جگہ مشرق ہے۔

وَعَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَائَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِی الْفَدَّادِیْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِیْ رَبِیْعَةَ وَمُضَرَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس جگہ سے فتنہ آئے گا (مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اور بدزبانی اور سنگ دلی صحرا نشین بالوں کے خیموں میں رہنے والوں کے اندر ہے جو اونٹوں اور گایوں کی دموں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور یہ لوگ قبیلہ ربیع اور مضر کے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: مشرق سے فتنے اٹھیں گے جس کی وجہ سے مسلمان گمراہ اور بدعت میں مبتلا ہو

جائیں گے۔ آج مشرق سے اُبھری ہوئی فتنوں کو گنیں تو گنتی سے باہر ہے۔ دعوتِ تبلیغ والا فتنہ بھی مشرق سے اُٹھا ہے۔

شام حق جماعت کی مسکن گاہ ہوگی۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْ دَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِیْنَ یَوْمَ الْمَلْحَمَۃِ بِالْغُوْطَۃِ اِلٰی جَانِبِ مَدِیْنَۃٍ یُقَالُ لَھَا دِمَشْقُ مِنْ خَیْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدَ

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جنگ کے دن مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ غوطہ ہے (یعنی دجال سے جنگ کے دنوں) جو اس شہر کے ایک جانب ہے۔ جس کو دمشق کہا جاتا ہے۔ اور دمشق شام کے شہروں میں سے بہترین شہر ہے۔

تشریح: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آخری زمانے میں حق جماعت کونسی اور کہاں اور کس کام والی ہوگی۔ بس ایسی جماعتیں جو اس حق جماعت والی کام کریں یہ حق ہے۔ خواہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو۔ اور اس کے متوازی یا خلاف کام کرنے والی جماعتیں نہ حق ہیں اور نہ حق ہوسکتی ہیں۔

یہ اُمت اللہ کے سچے دین پر قائم رہنے والوں سے کبھی خالی نہیں رہے گی۔

وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَنَسٍ اَنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ فِیْ کِتَابِ الْقِصَاصِ۔

ترجمہ: حضرت معاویہ ؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر قائم رہے گی اس جماعت کو نہ وہ نقصان پہنچا سکیں گے جو اس کی تائید واعانت چھوڑ دیں گے اور نہ وہ شخص ضرر پہنچا سکے گا۔ جو اسکی مخالفت کرے گا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا حکم (یعنی موت) آجائے گا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوں گے (بخاری۔مسلم)

تشریح: اس جماعت حق کی تسلسل ہے اور یہ حق جماعت کبھی بھی ختم نہ ہونے والی ہے۔نہ کسی کی دُشمنی سے یہ جماعت ختم ہوسکتی ہے خواہ اس کے مخالفین سے روئے زمین بھر جائے جو آج کل ہم اپنے آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں۔

مسلم حکومتوں اور مسلمان حکمرانوں کو چاہیے کہ اس حق جماعت کی تائید کریں لیکن نہیں کرتے۔لیکن اس کی تائید نہ کرنے سے اس جماعت میں کوئی فرق نہیں آیا۔اور ساری دُنیا کے کفار ومشرکین اس جماعت کی مخالفت کرتی ہے لیکن سالوں سال گزر گئے پھر بھی یہ جماعت زندہ وجاوید ہے۔

اس کے متوازی جماعت دعوت تبلیغ والی ہے جس کا مسلم حکمرانوں میں اس کی تائید ہوتی ہے اور کفار کی طرف سے مخالفت نہیں ہوتی ہے جو اس کی باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (واللہ اعلم)

اُمت محمدیہ کا حال:

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبْشِرُوْا وَاَبْشِرُوْا اِنَّمَا مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْغَیْثِ لَا یُدْرٰی اٰخِرُہٗ خَیْرٌ اَمْ اَوَّلُہٗ اَوْ کَحَدِیْقَۃٍ اُطْعِمَ مِنْہَا فَوْجٌ عَامًا ثُمَّ اُطْعِمَ فَوْجٌ عَامًا

لَعَلَّ اٰخِرَهَا فَوْجًا اَنْ يَكُوْنَ اَعْرَضَهَا عَرْضًا وَاَعْمَقَهَا عُمْقًا وَاَحْسَنَهَا حُسْنًا كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ فَيْجٌ اَعْوَجُ لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ رَوَاهُ رَزِيْنٌ۔

ترجمہ: جعفر صادقؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خوش ہوا اور خوش ہو۔ میری اُمّت کا حال بارش کی مانند ہے جس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر بہتر ہے یا میری امت کی مثال باغ کے مانند ہے جس سے ایک سال تک ایک جماعت نے فائدہ اٹھایا (یعنی خوب کھایا) پھر دوسرے سال ایک اور جماعت نے فائدہ اُٹھایا (اور اس کے پھلوں وغیرہ کو کھایا) ممکن ہے وہ جماعت جس نے آخر میں باغ سے نفع حاصل کیا ہے عرض و عمق میں (یعنی تعداد میں) پہلی جماعت سے زیادہ ہوا اور خوبیوں میں بھی اس سے بہتر ہو۔ وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کا اوّل میں ہوں اور جس کے درمیان میں مہدی ہے اور جس کے آخر میں مسیح ہے لیکن ان زمانوں کے درمیان میں ایک جماعت کجرو (یعنی گمراہ) ہوگی وہ جماعت میرے طریقہ میں سے نہ ہوگی اور نہ میں ان میں سے ہوں گا۔ (زرین)

تشریح: نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ایک عظیم خوشخبری سے بھرا ہوا ہے۔ اور مؤمنین کے لیے اطمینان بخش ہے کیونکہ ہر انسان کامیابی چاہتا ہے اور وہ بھی اول نمبر کی اور نبی علیہ السلام کے صحابہؓ تو صحابیت کے مقام پر ہے جس کا حصول بالعمل ناممکن ہے لیکن ایسے اعمال بتا دیئے کہ اگر مقام وہی نہیں فضیلت میں بندہ اُس کے برابر ہو سکتا ہے۔ جس کا قرآن مجید میں تذکرہ موجود ہے۔

ثلۃ من الاوّلین و قلیل من الاخرین

یعنی اولین کی طرح آخرین میں بھی ہو سکتے ہیں لیکن کم ہونگے۔

اب یہاں نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کی مثال باغ کی طرح دی ہے۔جس کا پتہ نہیں چل رہا کہ اوّل والے زیادہ فائدہ دکھائیں گے یا اوسط والے یا آخر والے یعنی نبی علیہ السلام نے اپنے بعد کے اُمتیوں کو زبردست تسلی اور دلاسہ دیا کہ محنت کرو دین عالی کے لیے پھر دیکھو تم بھی صحابہؓ کے درجے تک پہنچ سکتے ہو۔اب نبی علیہ السلام نے بصیغہ مجہول فرمان صادر فرمایا کہ شاید آجائیں لیکن نبی علیہ السلام کی شاید ہمارے لیے یقینا کے درجے سے بھی اوپر ہوکر آج عین الیقین حاصل ہورہا ہے۔کہ وہ جماعت جس کی طول وعرض ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور سخت ترین حالت میں بھی اپنے وجود کو برقرار رکھتی ہے۔ساتھ ساتھ عملی زندگی میں بھی بہترین اعمال والی اور اچھے اخلاق والی جماعت ہے اور یہ وہ جماعت ہے جس کے خلاف آج ساری کفر اکٹھی ہوکر برسرِ پیکار ہے۔اس اُمت کی ہلاکت ممکن نہیں کیونکہ اس کے اوّل میں سردار الانبیاء علیہ السلام اور درمیان میں امام مہدی علیہ السلام اور آخر میں عیسیٰ علیہ السلام جو اُمتی محمدی بن کر تشریف فرمائیں گے۔

ایک عظیم فتنہ کی طرف اشارہ

اِن زمانوں کے درمیان ایک ایسا فتنہ ظہور پذیر ہوگا جو فیج اعوج ہوگا۔لغت میں

فیج: ہرکارہ، خادم، لوگوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے۔

اعوج: ٹیڑھیا پن کو کہا جاتا ہے یعنی لوگوں کی ایک ایسی ٹیڑھی جماعت ہوگی جس کا دعویٰ ہوگا کہ ہم نبی علیہ السلام کے طریقے پر ہیں لیکن خبردار رہنا یہ جماعت گمراہ ہوگی میرے طریقے پر نہ ہوگی نہ یہ جماعت میرے طریقے پر کام کرے گی اور نہ میں نے ایسا کبھی کام کیا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ میری طرف سے منسوب ہوجائیں۔

ماشاء اللہ آج دعوتِ تبلیغ والی جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس پر اس حدیث کی تطبیق ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

اوّل: فَیْج: (i) لوگوں کی جماعت، اگر لے لیں تو یہ ہے لوگوں کی جماعت۔ اس میں ہر قسم کے لوگ نکل سکتے ہیں۔ کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(ii) ہرکارہ: ہرکارہ جس طرز پر محنت اور کام کرتا ہے اسی کی مانند تبلیغ والوں کا کام ہوتا ہے۔

(iii) خادم: خدمت والی جماعتیں اس میں اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ اس کا دوسرا نام خادم والی جماعت نہ پڑ جائے۔

دوم: اعوج: ٹیڑھا پن، ملک میں پھیل جانا۔ فیج افاج

(i) ٹیڑھا پن: اس کا مطلب ہے کہ دو راستے ہیں دونوں ایک جگہ سے شروع ہو جائیں لیکن ایک راستے میں تھوڑی سی ٹیڑھا پن اختیار کریں۔ اب آگے جا کر یہ دونوں راستے آپس میں ایسے جُدا ہو جائیں گے کہ پتہ نہ چلے کہ یہ دوسرا راستہ وہاں سے نکلا ہوا ہے۔ جہاں وہ سیدھا راستہ نکلتا تھا۔ اس ٹیڑھا پن کی وجہ سے یہ راستہ اپنے منزل مقصود سے ہٹ جاتا ہے۔ اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے طریقے پر ہونگے کیونکہ اس جماعت سے میرے دین کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بوجہ ٹیڑھا ہونے کے۔ اور ہمیں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ چونکہ یہ دعویٰ کرینگے نبی علیہ السلام کے کام کا لیکن دعویٰ کی وجہ سے اس مغالطے میں نہ آنا کہ اس کا تعلق واقعی میرے ساتھ ہے۔

(ii) فیج افاج: ملک میں پھیل جانا اس جماعت کی سب سے بڑی نشانی ملک میں پھیل جانا ہے۔ جو تبلیغیوں کی اصل اور مقصدی دین ہے یعنی ملک میں پھیل کر اپنے رٹ کو پھیلانا ہے یعنی تشکیلوں کے ذریعے یہ لوگ ملک میں پھیلتے ہیں اور اپنی ہی دعوت پر لوگوں کو لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کجرو اور ٹیڑی پن جماعت ہے۔

(1) قرآن وحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(2) خیر والقرون سے ثابت نہیں

(3) خود اپنے اقوال سے یہ لوگ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حضرت الیاس صاحب کی خوابوں اور الہاماتوں سے بنی ہوئی جماعت ہے۔

(4) یہ کام 1000 سال تک اُمت سے چھوٹی ہوئی تھی 1000 سال کے بعد پھر چالو ہوگئی جو سراسر قرآن وحدیث، فقہ، اُصول، عقل، فہم کے خلاف باتیں ہیں۔

تو نبی علیہ السلام نے فرمایا

نہ وہ میرے طریقے پر ہوں گے اور نہ میں اُن میں سے ہوں۔

آخری زمانے میں حق جماعت کے بارے میں پیشن گوئی

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَّهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن العلاء حضرمی کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ اس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس امت کے آخر میں ایک قوم ہوگی جس کے اعمال کا ثواب اس امت کے پہلے لوگوں کے ثواب کے مانند ہوگا (یعنی صحابہؓ کے ثواب کے مانند) یہ قوم لوگوں کو نیک کام کا حکم دے گی۔ برے کاموں سے

منع کرے گی۔ اور فتنہ پرواز لوگوں سے لڑے گی۔

تشریح: عظیم خوشخبری اُن نوجوانوں اور قوم وملت کے غیور مسلمانوں کے لیے جنہوں نے اپنے نفس کو دین اسلام کے سربلندی کے لیے پیش کر کے قربان کر دیا۔ یہ عظیم خوشخبری اُس جماعت والوں کے لیے جن میں تین قسم کے کام ہوں گے۔ ان تینوں میں اگر ایک بھی نہ ہوگا تو اس حدیث کی مصداق والی جماعت نہیں ہوسکتی تین کام مندرجہ ذیل ہیں۔

1) یامرون بالمعروف: نیکی کا حکم کرنا اہل علم حضرات اس باب میں خوب واقفیت رکھتے ہیں کہ امر کس چیز کو کہتے ہیں اور یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ سوال کرنا، عاجزی کرنا، منت سماجت کرنا، پاؤں میں پڑنا، دروازے کے باہر بھیک مانگنے کی شکل اختیار کر کے کھڑا ہونا۔

نہ یہ امر ہے نہ اس کو کوئی امر کہہ سکتا ہے۔

معروف اچھے کام کو کہتے ہیں۔ اچھے اور بُرے اعمال جاننے کے لیے علم کی ضرورت ہے بغیر علم کے بُرا اچھا معلوم ہوگا اور نیک بُرا معلوم ہوگا۔ اس وجہ سے امر بالمعروف کام ہے۔ صالح اُمراء کی اہل علم اور اہل قوت کی۔

(2) وینھون عن المنکر: نہی عن المنکر میں بھی تفصیل ہے جو امر بالمعروف میں ہے۔ البتہ وہاں کرنے کا حکم ہے اور یہاں نہ کرنے کا حکم ہے۔

(3) ویقاتلون اھل الفتن: فتنہ پرواز لوگوں سے لڑیں گے۔ شکر الحمد للہ کہ نبی علیہ السلام نے یقاتلون کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اگر یجاھدون کا لفظ ارشاد فرماتے تو بس ہمارے لیے کوئی مشکل نہ تھا کیونکہ جہاد تو ہمارے گھر کا لفظ ہے اس سے ہم کوشش کا معنی لے کر ہر قسم کی کوشش کے لیے استعمال کر کے اجر کا مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔

اھل الفتن: اھل الفتن سے وہ لوگ مراد ہے جو اسلامی قوانین کے مخالف ہوں کیونکہ ارشاد خداوندی ہے وقاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یہاں قتال کی اجراُس وقت تک ہے جب تک اللہ کا دین کامل غالب آکر نافذ نہ ہوجائے تو دینِ اسلام کے خلاف جو چیز ہے وہ فتنہ ہے۔ اور اس فتنے کے پیدا کرنے اور چلانے والے کو اھل الفتن کہتے ہیں۔ یہاں نبی علیہ السلام نے اہل الکفر کے ساتھ نہیں بلکہ ایک جامع لفظ ارشاد فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی ہوں لیکن جب اسلامی قوانین کے خلاف ہو یا متوازی دین بنانے کی خواہش مند ہو تو یہ پوری دین سے انحراف ہے اور اُس کا حکم وقاتلوھم حتیٰ لاتکون فتنۃ میں ذکر ہے۔ تو حق جماعت کی تین کام امر بالمعروف، نہی عن المنکر، یقاتلون اھل الفتن۔ آج حق جماعت کی متوازی جماعت تین کام کرنے کی دعویٰ کرتے ہیں اور عملی طور پر ایسے کرتے ہیں۔

(1) امر بالمعروف کے نام پر متوازی امر بالمعروف جو صرف دعوتِ تبلیغ کے لیے لوگوں کو بلاتے ہیں۔

(2) نہی عن المنکر: تبلیغ کے اُصولوں میں نہی عن المنکر نہیں ہے بلکہ متوازی اپنی طرف سے کچھ اصلاحات وغیرہ بنا کر کام کرنا اور اُس کا نام نہی عن المنکر رکھا ہیں۔

(3) تشکیل: جنگ وجدل کرنا اور اس کی دعوت چلانا اس کام میں بالکل حرام ہے۔ یہاں تک کہ بعض آیتوں کو آدھا پڑھنا اور آدھا بھول کر بھی نہ پڑھنا۔ مثلاً انّ اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ تک پڑھنا اور آگے بھول کر بھی نہ پڑھنا۔

قتال فی سبیل اللہ کے واقعات کو پڑھ کر اپنے ہی کام کی ثبوت پیش کرنا۔ عین اس حق جماعت والی محنت کے متوازی ایسے ہی اعمال جاری کرنا جس کی وجہ سے نہ کفر ناراض ہو اور نہ

مسلمانوں کو پتہ چلے۔ جہادی تشکیل کی طرح اپنی تشکیل کو اُس کے مانند شمار کرنا وغیرہ وغیرہ۔ واللہ اعلم

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَسَدَ اَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ: معاویہ بن قرۃ؄ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب شام والے تباہ و برباد ہو جائیں اور پھر تم میں بھلائی نہ ہو گی۔ اور میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت (دشمنان اسلام پر) غالب رہیں گے۔ اس جماعت کو وہ لوگ کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ جو اس کی تائید و اعانت ترک کر دیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ ابن مدینی کا بیان ہے کہ اس جماعت سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔ (ترمذی)

تشریح: اس حق جماعت کا ذکر اس طریقے سے ہے کہ یہ حق جماعت ہمیشہ کے لیے قائم رہے گی اور ہمیشہ کے لیے غالب رہے گا۔ غلبہ سے مراد ان کی بادشاہی نہیں بلکہ اپنے وجود کو برقرار رکھتے ہوئے دشمن اسلام کو ڈراتے ہونگے۔

اس جماعت میں تین صفات ہونگیں۔

1) اوّل سے لے کر آخر تک تسلسل کے ساتھ اپنے وجود کو قائم رکھیں گی۔ کسی زمانے میں بالکل یہ سارے کے سارے ختم نہیں ہونگے۔

2) اپنوں کی تائید کے بغیر بھی یہ جماعت قائم رہے گی۔

3) دین حق کے لیے لڑ کر غالب رہے گی۔ غلبہ سے مراد ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ بادشاہی

اور حکمرانی مراد نہیں بلکہ دہشت اور خوف مراد ہے۔

یہاں ہم عرض کرینگے کہ کیوں ہم نے دعوتِ تبلیغ والی جماعت کی اتنی مخالفت کر کے اُس کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی ساری توانائی کو اس جماعت کے باطل ثابت کرنے پر صرف کی؟

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ جماعت دوسرے تمام جماعتوں اور گروہوں سے ممتاز ہے اس کا تعلق اہلسنت والجماعت دیوبندی سے ہے جس کی حقانیت ساری دُنیائے اسلام میں مسلّم ہے۔تو حق جماعت ہونے کی وجہ سے اس کا اثر اسی اہلسنت والجماعت پر زیادہ ہوگیا کیونکہ یہ آستین کے سانپ کے مانند ہو گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کا جو نعرہ ہے یعنی جو محنت اور مشقت ہے وہ دین کے نام پر ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی گمراہ اور دین سے لا پرواہ شخص اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہے تو اسی جماعت میں نکلنے کی سوچتا ہے اور نکلتا ہے کیونکہ آج کل یہی راہ دین کی دکھائی دیتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ یہ کام ایسا پیش کیا جاتا ہے کہ یہ کام جہاد سے افضل بلکہ اُم الحسنات قرار دیا جاتا ہے اور دوسرے سارے اعمال اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں اور اس کو انبیاء علیہ السلام کا کام بتا کر کیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے لوگ جوق در جوق اسمیں نکل کر اس کے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسا کوئی کام نہیں ہے نہ یہ راہ نجات کا سبب ہے اور نہ یہ کام انبیاء علیھم السلام کا کام ہے کیونکہ یہ کام سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنتِ اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے یہ سنتِ الیاسی ہے جو سر اسر بدعت ہے۔

یہ کام مرزا الٰہی بخش نے حضرت الیاس کے وساطت اور عبدالرحمن نامی ہندو کے بیٹے کی

مدد سے جہاد کے متوازی شروع کیا۔اس کام کے کتنے فوائد اور کتنے نقصانات ہیں اس کے متعلق ایک بڑی کتاب لکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کام کے فوائد ظاہر میں بہت زیادہ ہیں اور نقصانات ظاہر میں کم اور پوشیدہ طور پر زیادہ ہیں۔منجملہ اس کا سب سے بڑا نقص اس کام کو ام الحسنات سمجھنا اور جہاد وقتال سے افضل اور بہتر سمجھنا جو صریحاً گمراہی ہے۔

یہ جماعت جہاد فی سبیل اللہ کو اپنے لیے ثابت کرتے ہیں اور جہاد وقتال کو اُمت کے لیے فتنہ کا سبب بتلاتے ہیں جہاد وقتال کے بارے میں کسی آیت کا تذکرہ نہیں کرتے۔اگر کرتے بھی ہیں تو مکی سورتوں کو پیش کر کے اپنی مقصد کی بات نکلواتے ہیں۔ یا پھر آیت کو آدھ پڑھ کر آدھی آیت کو نہ پڑھتے ہیں اور نہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور مجاہدین جہاد سے ان لوگوں کی دُشمنی کیوں نہ ہوگی کہ یہ کام تو شروع کی گئی ہے۔اس لیے کہ اس کام کے اور اس کے کرنے والوں کے بیخ کنی ہو جائے۔

دعوتِ تبلیغ میں رہبانیت کی مشروعیت:

اسلام میں رہبانیت حرام ہے لیکن آج سینکڑوں صدیوں بعد پھر سے زندہ ہوگیا۔

رہبانیت کس چیز کا نام ہے؟

رہبانیت (لغت میں) لذائذ دُں سے لاتعلق رہنے کو کہتے ہیں۔شریعت کی اصطلاح میں دُنیا کے کمانے سے کنارہ کش ہو کر صرف چند عبادات میں مشغول ہو جانا جس میں ذکر وفکر، تلاوت کلام اللہ اور نماز وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔اس میں مشغول ہو کر صرف کھانا پینا، پہننا اور سونا وغیرہ کے کام کرنا اور کمائی وغیرہ سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔

ظاہر میں یقیناً یہ بہت اعلیٰ عمل ہے لیکن اسلام میں اس کی مشروعیت نہیں ہے۔آج پھر

سے دعوتِ تبلیغ میں زندہ ہوگئی۔ دعوتِ تبلیغ میں تشکیل کے دوران دنیا کمانا عملاً حرام ہوتا ہے۔ اُصولوں پر پوری تشکیل 100 فیصد رہبانیت ہے یعنی کسی قسم کا اخبار نہ پڑھنا، اختلافی مسائل پر گفتگو نہ کرنا موبائل وخط وکتابت نہ کرنا، گھر پر نہ جانا اگر کسی خاص ضرورت پر بندہ چلا گیا تو اس کا سال اور چلہ وغیرہ ختم ہوگیا پھر سے شروع کرے گا۔ کمائی نہ کرنا زراعت وغیرہ سے مکمل پرہیز کرنا یعنی دُنیا ومافیھا سے کٹ کر تبلیغ میں وقت گزارنا ہوگا۔ اب آج لوگوں نے نصف زندگی پوری زندگی اور ثلث زندگی اسی محنت کو دی ہے۔ ان ایام میں یہ مقیمین حضرات اپنے گھر اور کاروبار کے کوئی کام نہیں کرتے بوجہ یہ کہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ ایام اللہ کے راستے میں دی ہیں دنیا کا کام اس میں نہیں کرینگے۔

ایک واقعہ:

ہمارے علاقہ میں ایک تبلیغی صاحب کی سال میں تشکیل ہوگئی ابھی وہ رائے ونڈ میں تھے کہ پیچھے گھر میں دشمنوں نے دو بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اب سارے گھر والے پریشان ہیں اُس کو اطلاع دی گئی ساتھیوں نے مشورہ کیا اور کہا کہ بھائی قربانی کرو اب اُس نے قربانی کی اور سال بعد گھر میں آیا کسی کے آنے اور نہ آنے سے تو وقت نہیں ٹھہرتا لیکن اگر یہ رہبانیت نہیں تو وہ کونسا عمل ہوگا۔ جس کو ہم رہبانیت کہتے ہیں۔ کیونکہ اتنے سخت حالات میں وہ گھر نہ ائیں تو اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ اس کام کو فرض عین کی طرح سمجھتے تھے۔

کھانا پینا، ملنا جُلنا، سونا، پینا وغیرہ تو رہبانیت میں بھی حرام نہیں تھے کیونکہ اس کے بغیر تو انسان زندہ رہ نہیں سکتا۔ تو آج دعوت تبلیغ کی باطل ہونے کے لیے یہی ایک صفت بھی کافی ہے کہ ہزاروں سال پرانی یہودی عمل کو پھر سے زندہ کیا اور تباہی وبربادی یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اسی

عمل کوفروح رحمت اللہ علیہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اعمال کے مانند سمجھتے ہیں اور لوگوں کو یہی سمجھاتے ہیں ۔تقریروں میں جہادی واقعات بیان کر کے پھر مطالبہ میں لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جس طرح وہ فی سبیل اللہ میں نکل کر پوری زندگیوں کو دین پر قربان کر دی ۔ اسی طرح آج تم اپنے ارادے اور وعدے لکھے کہ ہم بھی دعوتِ تبلیغ میں نکل کر فی سبیل اللہ میں وقت لگائیں گے ۔

اخری گلذارش : (۱) ہم نے مروجہ دعوت تبلیغ (الیاسی کام) کے خلاف جو بھی لکھا وہ خالص اصلاح کی نیت سے لکھا یقینا ہم نے کچھ سخت الفاظ استعمال کئے ہونگے جسکی سب سے بڑی وجہ اس بیماری طوالت ہے جتنی طویل اور پرانی ہواسکی دوائی اتنی ہی سخت اور کڑوی ہوگی ۔

(۲) شرالقرون میں رہتے ہوئے ہم نے ایک محنت ومشقت کی ہے تاکہ اسلام کو فائدہ پہنچے ہماری یہ کوشش اور محنت ایک مجدد کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک طالب العلم کی حیثیت سے ہیں ۔ اگر آپ کی سوفی صد موافقت ہوتو کم ازکم پچاس فی صد موافقت ضرور ہوگی ۔توجتنی موافقت ہواتنی ہی عمل کرنے کی کوشش عرض ہے اور دعوت چلانے کی بھی کوشش عرض ہے ۔ وماعلینا الا البلاغ المبین)

☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆☆

دس سوالات اوران کے مختصر جوابات

آخر میں چند سوالات ذکر کیے جاتے ہیں جو اکثر و بیشتر ہمارے علماء کرام پر کیے جاتے ہیں۔ ساتھ میں ان کے جوابات بھی پیش خدمت ہیں۔

سوال 1: آپ صاحب نے دعوتِ تبلیغ جماعت کی بھرپور مخالفت کی ہے اور اس محنت کو باطل قرار دیا ہے حالانکہ یہ جماعت پوری عالم دنیا میں دین اسلام کی محنت پر مشہور اور معروف جماعت ہے۔ اس کے بجائے اگر آپ نے کسی باطل قوت اور گمراہ ترین لوگوں کی مخالفت کی ہوتی تو کیا اچھا نہ ہوتا؟

الجواب: باسمِ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ

i) جماعتِ دعوتِ تبلیغ ایک جماعتِ باطلہ:

ہم نے جس طرح کتاب میں اعتدال کے ساتھ ذکر کی ہیں کہ یہ ایک فرقہ باطلہ ہے اسی طرح ہم یہاں عرض کرتے ہیں کہ اس جماعت کی دو قسم سوچ وفکر ہے۔ ایک انفرادی سوچ اور ایک اجتماعی سوچ۔ انفرادی اعمال اس جماعت والوں کے اچھے اور بہترین ہیں۔ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ اگر چند حضرات اس میں سستی والے ہوں تو انسان کی کمزوریوں ہی شمار کی جاتی ہے۔ لیکن اس جماعت کی اجتماعی سوچ وفکر بہت خطرناک ہے بہت سے لوگوں کو اس کی انفرادی سوچ وفکر اور انفرادی اعمال دیکھائی دیتے ہیں۔ اور بس اسی پر فیصلہ کیا جاتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس جماعت کی اصل روح اجتماعی اعمال، سوچ وفکر ہیں۔ اور یہ اجتماعی اعمال کیا ہیں؟ وہ یہ کہ مولانا الیاس کی سنت کو اُمت میں اتنا عام کرنا کہ ہر فرد اسی محنت میں لگ جائے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کی فکر وغم ہر مسلمان کو لگ جائے اور ہر مسلمان دنیا کے کونے کونے میں دین کی اسی طرح فکر میں پھیریں اور نبی علیہ السلام کی طرز فکر اور طرز عمل کو

چھوڑ کر بس حضرت الیاس کی طرز پر محنت کو دین تصور کرنا۔ اسی طرز پر خروج اسی طرز پر تشکیل اسی طرز پر پھرنا اور پھرانا اسی کے لیے منت سماجت کرنا اور اسی طرز پر واپسی جو یقیناً ایک بڑی گمراہی اور تباہی ہے۔

اِن الدّین عنداللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ھو فی الاخرۃ من الخسرین

تو دین اسلام اللہ رب العزت کے حکم اور نبی علیہ السلام کے طریقے کو کہا جاتا ہے۔ اور تشکیل دعوت تبلیغ نہ اللہ رب العزت کا امر ہے اور نہ نبی علیہ السلام کا طریقہ

(ii) یہ جماعت اگرچہ عالمی دنیا میں اسلام کے نام پر مشہور و معروف ہے لیکن اس جماعت نے عالمی سطح پر کیا ملکی سطح پر بھی اسلام کے سربلندی کے لیے کوئی کام نہیں کیا۔

عالمی دنیا میں یہ جماعت کسی کافر و مشرک کو دعوت نہیں دے سکتا بلکہ ان کے اصولوں میں یہ چیز شامل ہے کہ کافر و مشرک وغیرہ کو کبھی بھی دعوت نہ دو تو سارے عالم میں دین اسلام پر مشہور جماعت کیوں ہے کہ اس کے اصول میں یہ بات واضح ہے کہ غیر مسلم کو دعوت مت دو۔

البتہ عالمی دنیا میں مسلمانوں اور زیادہ تر صحیح العقیدہ مسلمانوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ اس کی اجتماعی عمل کو مفلوج کرے چند عبادات اور حضرت الیاس کی ایک نہ ختم ہونے والی کوشش پہ لگائی جاتی ہیں۔

(iii) ہم نے اس جماعت کی مخالفت اس لیے کی کہ یہ جماعت اہلسنت والجماعت دیوبندی جو حقانیت کے اعلیٰ درجے پر ہیں کے ساتھ تعلق رکھتا ہیں جب اس کا تعلق حقانی جماعت کے ساتھ ہو تو یہ حق پر ہوگا لیکن جس طرح ہم نے پہلے عرض کی کہ اس کی انفرادی سوچ و عمل تو حقانی جماعت والی ہیں اور اجتماعی سوچ و عمل کا اس اہلسنت والجماعت دیوبندی سے کچھ دور کا تعلق

نہیں رکھتا۔

دیوبندی شیخ الہندؒ کی جماعت ہے جس نے انگریزوں کے خلاف صرف جہاد وقتال کا درس دیا اور تبلیغی جماعت مرزا الٰہی بخش انگریزوں کے وفادار کے زیر سایہ بنی ہوئی جماعت ہے۔

جس میں نہ جہاد وقتال ہے اور نہ اُس کا بیان اور فضائل بلکہ جہاد وقتال کو اتنا عموم دلانا کہ خود قتال اس میں مشکوک ہوجائیں۔

اس کے علاوہ دوسری جماعتیں جو بدعت اور ضلالت پر مشہور ہیں اس پر ہمارے اکابرین نے کتابیں لکھی ہیں اور ہمارا اُس سے ذہنی اور عملی مخالفت بھی موجود ہے۔ اس وجہ سے ہم نے خاص الخاص صرف اسی جماعت کے خلاف کیا۔

والسلام

سوال 2: کیا ہر نبی علیہ السلام نے ایمان کی محنت نہیں کی اور کیا تبلیغ والے لوگوں کو ایمان اور کلمے کی دعوت نہیں دیتے؟

الجواب: بیشک ہر نبی علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے حکم پر اللہ جل شانہٗ کے بندوں پر ایمان کی محنت کی ہیں۔ تمام انبیاء علیھم السلام کا دعوتی طریقہ کا مشترک تھا۔

بعض حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی علیہ السلام گزرے ہیں اُن کا ایک ہی دعوت تھا قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحون۔

عقائد کے لحاظ سے سارے انبیاء علیھم السلام ایک جس کو ہم اجتماعیت کہہ سکتے ہیں البتہ عبادات میں فرق ہوتا تھا جس کو ہم انفرادی اعمال (ہر امت کے لیے علیحدہ عمل) کہہ سکتے ہیں۔

تمام انبیاء علیھم السلام کا ایک عمل مشترک تھا۔ جو قرآن مجید میں واضح ہے۔ اسکے علاوہ دوسری جماعتیں (پرویزی۔ قادیانی۔ شیعہ۔ بریلوی۔ مماتی۔ غیر مقلدین۔ ذکری۔ فکری وغیرہ) جو بدعت اور ضلالت پر مشہور ہیں۔

وکاین من نبیٍ قتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین۔

ترجمہ:

یہ ایک آیت مثالی طور پر ذکر کی ہے ورنہ قرآن مجید میں بہت سے آیتوں میں انبیاء علیھم السلام کے قتال اور دعوت قتال کا ذکر موجود ہے۔

آج مولانا الیاس صاحب کے وساطت سے جو طریقہ کار مرزا الٰہی بخش صاحب وغیرہ نے شروع کی ہے اس کا اور انبیاء علیھم السلام کے کام میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔

البتہ باتوں اور بیانات میں اس کام کی موافقت ضرور بتائی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں کوئی مماثلت نہیں رکھتی۔ پھر اگر بندہ بالکل نہ سمجھے تو اس کام کو یہود و نصریٰ پر پیش کریں کیونکہ

تُعرف الاشیاءُ بِاَضدادِھا

چیزوں کی پہچان اُس کے ضد سے ہوتی ہے۔

اور حق دین اسلام کی نمبر 1 دشمن یہود ہیں جس کی سرپرستی آج امریکن حکومت کر رہی ہیں۔ اب اس کام کو دین اسلام کی نمبر 1 دشمن امریکہ پر پیش کرو اگر امریکہ نے واشنگٹن میں مرکز کے لیے جگہ دی اور دوسرے ریاستوں میں مراکز موجود ہوں اور یہی محنت وہاں کی جاتی

ہوں جس پر کوئی پابندی نہ ہوتو کچھ فکر ضرور کرلیں ۔

ورنہ اگر اس میں حقیقت نہ ہوں بلکہ امریکہ اور تبلیغ والے آپس میں ضد ہوں یعنی سخت ترین دُشمن ہوں تو بالکل یہی کام حقانیت کے درجے میں ہو سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے طرز پر محنت نہیں بلکہ یہ 1922ء سے شروع کی ہوئی انگریزوں کے زیرِ سایہ کام ہیں جو مولانا الیاس صاحب جیسا کمزور ترین انسان سے کام لیا گیا۔

ایک نقطہ اور ایک سوال:

جب کام میں مشابہت ہوتی ہیں تو دشمن میں بھی مشابہت ہوتی ہیں۔ آج سے 1400 سال پہلے نبی علیہ السلام کے سر کی قیمت سرداران قریش نے 100 اُونٹ مقرر کیے تھے۔ آج مشابہت میں تو ان تبلیغی علماء اُمراء وغیرہ کے سر کی قیمت یہود ونصریٰ اور اسلام کے دشمنوں کی طرف سے کیا ہیں؟ بلکہ مخالفت بھی نہیں کی جاتی۔

سوال 3: اس دعوتِ تبلیغ کے بہت اچھے اثرات ہیں۔ بہت سے حفاظ، علماء صلحاء اس کی وجہ سے پیدا ہو گئے۔ تو کیا تم اس کے برکات کو تسلیم نہیں کرتے؟

جواب: یقیناً اس کام کے بعض بہت اچھے اثرات انسانوں پر واضح نظر آتے ہیں۔ یعنی اس محنت کی وجہ سے حافظِ قرآن اور علماء کرام زیادہ ہو گئے اور دوسرے عبادات والے بھی زیادہ تعداد میں بن گئے لیکن ہمیں مغالطہ لگا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ دینِ اسلام چند عبادات کا نام ہے جو کر کے بس دین کا مطالبہ پورا ہو گیا۔ قطعاً نہیں بلکہ ہم نے اسلام کی اصل روح کو نہیں پہچانا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر داڑھی والا ہمیں مولانا نظر آتا ہے۔ اور ہر عالم قابلِ تقلید سمجھتے ہیں۔

یقیناً اگر ایسے دین موسیٰ علیہ السلام کی دعوت فرعون کو دی جاتی تو وہ بھی ایمان لے آتا

یعنی چند عبادات میں موسیٰ علیہ السلام کی مشابہت کر لیتے باقی ساری خدائی اس کی اپنی برقرار رہتی لیکن فرعون کو پتہ تھا کہ موسیٰؑ پر ایمان اُس کی کامل اتباع ضروری ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان کے مقابلے پر اُتر آیا۔

تو اصل دینی دعوت یہی ہے کہ دین کے دُشمنوں کا آپ کے ساتھ ضدیّت آجائیں۔
یہ چند اصلاحات انفرادی زندگی میں جو ہمیں نظر آتا ہے وہ ہر بدعتی فرقے میں ہوتی ہیں۔ بریلوی جو شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اُسمیں علماء، حفاظ اور تہجد گزار وغیرہ کافی مقدار میں موجود ہیں۔ تو تبلیغ میں لگنے کی وجہ سے اگر کوئی دین اسلام کی طرف متوجہ ہو جائیں تو یہ اس کی حقانیت کی دلیل نہیں کیونکہ ہرقل روم نے بھی ابوسفیانؓ کو محمد ﷺ کا ساتھی بننے کی دعوت دی تھی۔
اور اسلام میں بدعت ایک عظیم گمراہی ہے جس کا ازالہ کسی چیز پر نہیں ہوسکتا۔

آخر الذکر تبلیغ والے کوشش کرتے ہیں کہ کوئی بھی عالم بن جائے لیکن ہمارے کام سے باہر نہیں کیونکہ کام سے باہر علماء کو یہ لوگ عالم باعمل نہیں سمجھتے۔ واللہ اعلم۔

سوال 4: دعوت تبلیغ میں بہت سے علماء نے وقت لگایا ہے بلکہ یہی کام علماء دیوبند نے شروع کیا ہے اور تم بھی اپنے آپ کو دیو بندی کہتے ہوں۔ تو وہ علماء علماء سوء ہیں یا وہ کسی دوسرے فرقے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں؟

جواب: علماء کے اوقات کے بارے میں عرض کروں کہ اس سے وقت لگے ہوئے اکثر علماء کو پتہ نہیں کہ میں کیوں نکل رہا ہوں اور کیوں وقت لگا رہا ہوں۔ اور بعض علماء دیکھا دیکھی میں نکلتے ہیں۔ باقی علماء کی اکثریت حقانیت کی دلیل نہیں کیونکہ بدنام زمانہ مضاربت (ڈبل شاہ) میں اکثر و بیشتر علماء ہی پھنس گئے۔ جس میں 90 فیصد تبلیغی علماء تھے۔ علماء دیوبند سے کام شروع کروایا گیا کیونکہ انگریزوں کے خلاف برسر پیکار صرف علماء دیوبند تھے باقی مسلم فرقوں نے

انگریز کو اپنے مقتدر اعلیٰ تسلیم کیا تھا۔

تو علماء دیوبند سے مرزا الٰہی بخش کے لیے کمزور جسم کمزور علم شخصیت کی ضرورت تھی اور حضرت الیاس صاحب کی ملفوظات سے یہ بات واضح ہے کہ یہ کام اُس سے لیا گیا اور ان کے کروانے دوسرے افراد تھے۔

ملفوظ 106 کتاب مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ ص ۵۸

''اُس تبلیغی کام کی نسبت بے وجہ میری طرف ہوگئی ہے، ورنہ دراصل اس کے کرنے والے یہ لوگ ہیں میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ اس کام ہی کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھتے ہیں وہ ان لوگوں کی طرف اپنی محبتوں کا رُخ کریں، اگر چہ اس کے واسطے انہیں اپنے دلوں پر جبر کرنا پڑے، اُن سے محبت اور اُن کی خدمت قبولیت کا ذریعہ ہے۔''

نمبر ۱۰۷: ان لوگوں کے مجھ پر بڑے حقوق ہیں میں اُن کے حقوق ادا نہیں کر سکا ہوں میرے اہل محبت اُن کے حقوق کو پہچانیں۔

باقی علماء دیوبند کے سرخیل میں سے ایک نے بھی اس کام میں وقت نہیں لگا یا بلکہ علماء وقت نے اس پر اعتراضات اور تنقیدات کی بارش کی جس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث ذکریاؒ کو کتاب لکھنی پڑھی ''تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اور اُن کے جوابات'' باقی حضرت الیاس کی ملفوظ نمبر ۱۶۲ ص ۹۵ سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت کے اکابرین علماء کا اُس پر اعتراضا تھے لیکن نہ تبلیغیوں کے ایسے بڑے دعویٰ معلوم تھے اور نہ یہ محنت اتنی پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے با قاعدہ وہ اکابرین علماء اس محنت کے خلاف کام کر لیتے۔ واللہ اعلم۔

سوال 5: دعوتِ تبلیغ ایک عالمی محنت ہے اور آپ کی سوچ ملکی اور علاقائی ہے۔ اس وجہ سے آپ کو اپنے سوچ سے بالاتر ہو کر عالمی سطح پر سوچنا چاہیئے تاکہ سارے عالم

کے سارے انسان جہنم سے بچ کر جنت والے بن جائیں۔

الجواب: عالمی محنت: اسلام عالمی اور تاقیامت تک دین ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے نبی علیہ السلام کو عالم انسانیت کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔

وما ارسلنک الا کافة للناس

تو عالمی دنیا کے لیے عالمی پیغمبر بھیج دیا اور عالمی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمی دین عطا کیا۔ اب جس طرح نبی علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے اپنے آپ کو عالمی نبی ثابت کیا ہے اسی طرح وہی طرز عمل ہمیں اپنانی ضروری ہیں۔ یہ عالمی نبی علیہ السلام نے عرب سے باہر قدم شریف نہیں رکھا لیکن عرب کو ایک کامل نظام میں مربوط کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ؓ نے وہی نظام عجم میں نافذ کیا۔

اس کو عالمی دین کہتے ہیں عالمی کا مطلب یہ نہیں کہ دین کے چند جزئیات کو لے کر گاؤں گاؤں، شہر شہر، ملک در ملک پھرتے رہوں عجیب دعویٰ اور دلیلیں ہیں۔

اپنے گھر، گاؤں، شہر ملک میں 90 فیصد گمراہی، تباہی، ظلم عریانی ہوتی ہے اور ہم عالمی محنت کے نام پر دوسرے ملکوں کے باشندوں کے اصلاح کے لیے بسترے باندھ کر پھرتے رہتیں ہیں۔

یہ عالمی سوچ یہود کی پیدا کردہ سوچ اور لفظ ہیں کیونکہ یہود کی سب سے بڑی منصوبہ یہی ہے کہ حکومت اور مذہب دو علیحدہ علیحدہ عوامل ہیں اس کو آپس میں متحد نہ کرنا کیونکہ اُس کو پتہ ہے کہ اسلام میں عادل بادشاہ اور عدل کی حکومت عین اسلام ہے۔ اور اس تبلیغی محنت میں اسلامی طرز حکومت کی بالکلیہ سوچ نہیں اس وجہ سے اس کا ذکر بھی نہیں۔

سارے عالم کے سارے انسان ہدایت پاکر جہنم سے بچ جائیں۔

یہی وہ قول ہے جس کی وجہ سے لوگ مغالطے میں پڑتے ہیں۔ ہدایت کسی نبی علیہ السلام کے حکم کے تابع بھی نہیں ورنہ نبی علیہ السلام خود اپنے چچا ابو طالب کو ضرور ہدایت دیتا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے 70 اسیرانِ قریش کو فدیے کے بدلے آزاد کیے۔ جس میں سب سے بڑی اُمید اُس کے اسلام کا تھا اور ساتھ اپنی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے لیکن اللہ رب العزت کی طرف سے انتہائی سخت تنبیہہ نازل ہوئی۔

لو لا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O

ترجمہ:

یہ عذاب عظیم سے ڈرانے کی کا امر کیوں نازل ہوا وہ یہی امید پر کہ شاید یہ قیدی ایمان لے آئیں اور واقعی اُس میں اکثر ایمان سے مشرف ہوئے۔ لیکن اللہ رب العزت کی طرف قانون نازل ہوا کہ جب تک اسلام کو دبدبہ اور رعب حاصل نہ ہو تب تک قتال ہی قتال کرو۔

اللہ رب العزت نے ہم کو ایک صالح اور بااختیار معاشرے کو تشکیل کرنے کا امر دیا ہے۔ جس میں اسلام نظام کی نفاذ ہو اسی معاشرے کی حفاظت اور اس کی افادیت سے دوسرے معاشرے والے لوگوں کو باخبر رکھنا تا کہ اُس کو جب اس معاشرے کا پتہ چلے وہ بھی یہی معاشرہ اختیار کرنے کی سعی کریں۔

نہ یہ کہ مسلمانوں کے پیچھے بستر ے اُٹھا کر بھاگے تا کہ وہ تبلیغ میں نکلے باقی تو کوئی وجہ نہیں ورنہ ایک صالح مؤمن کو کیوں دعوت دی جاتی ہے۔ دوسری طرف کفار و مشرکین کو اس محنت میں کوئی دعوتی طریقہ کار نہیں ہے۔ جب سارے عالم کو دعوت نہیں ہے جو اسکے اصولوں

میں ہے باقی ہماری سوچ اور یہ محنت یہ ہے کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ بدعت کو چھوڑ کر صحیح دین اسلام پر آجائیں تاکہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائیں تو یہ باتیں کیوں کی جاتی ہے اور کیوں لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

سوال 6: کیا یہ کام اُم الحسنات نہیں ہیں؟ کیا اس محنت کی وجہ سے سارے عالم میں اسلام کی ترویج نہیں ہوئی؟

کیا دین کے یہ شیدائی اسلام کی دعوت لے کر دنیا کے کونے کونے میں نہیں پھرتے؟

الجواب: اُم الحسانات: نیکیوں کی ماں

اُم الحسنات اُس کام کو کہا جاتا ہے کہ اُس کی وجہ سے اسلام کا رُعب اور دبدبہ پیدا ہو جائے اور ساتھ ساتھ وہ اعمال جو زندگیوں سے نکل چکے ہو وہ دوبارہ زندہ ہو جائے اور تبلیغی محنت تو خود حسنات میں شامل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ پھر اس کو اُم الحسنات کہنا یقینا گمراہی ہے کیونکہ اس کام کی وجہ سے دین اسلام کو رعب اور دبدبے کی بجائے ذلت ورسوائی ملی بلکہ ایک مظلوم مسلمان کے لیے صرف آواز کی حد تک نہیں اُٹھا سکتے۔ ظالم حکمران اور ظالم امراء کے سامنے اُس کی ظلم کی بات نہیں کر سکتے بلکہ ظالموں کے جھگڑے کو جب جمع کرتے ہیں تو اُس کی پہلے پہل زبردست استقبال کیا جاتا ہے بعد میں اُس کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ عزیز بھائیو دوستو بزرگو سے تو یہ ظالم پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے کی طرف کوشش کرتے ہیں۔

باقی دُنیا میں جتنے لوگوں کو رُعب دبدبہ حاصل ہے قوت اور طاقت سے حاصل ہے۔ قوت اور طاقت کے بغیر اپنی بیوی بھی کسی کی حکمرانی تسلیم نہیں کرے گی۔ تو اس دعوت کے ذریعے کسی ملک شہر کو چھوڑ و کسی گاؤں کی سطح پر بھی دینِ اسلام کا بول بالا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے کارندوں کے غلط سلط بیانات کی وجہ سے لوگ اسلام سے دور ہوتے چلے گئے۔

عالمِ دنیا کو چھوڑ، عالمِ اسلام میں اسلامی نفاذ پر بات کرنا جرم ہے کیا تم نے کبھی اسلامی نظام کے نفاذ کی فضائل بیان کی ہیں۔ نہیں کبھی نہیں بلکہ تمہارا عقیدہ اس کے خلاف ہے تم تو سمجھتے ہو کہ اُمت پھر پیچھے کی دور میں چلا گیا اب اس کے لیے مکی احکامات ہیں حالانکہ جس طرح مکی احکامات منسوخ ہو چکے ہیں اسی طرح مکی دور کے دعوت الی اللہ کا طریقہ کار بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ اور آپکی دعوت الیٰ اللہ کا طریقہ کار نہ مکی ہے اس طرز پر کوئی محنت اور کام کی ہیں۔ واللہ اعلم۔ وما علینا الا البلاغ۔

سوال 7: کیا آپ کو دوسری کوئی جماعت دکھائی دیتی ہے جو دین اسلام کا اتنا خلوص سے دعوت چلاتا ہو؟

(i) کیا مجاہدین ظلم و جبر نہیں کرتے؟

(ii) کیا مہتممین مدرسہ قرض نہیں کھاتے؟

(iii) کیا پیران صاحبان اپنی پیری اور مریدی کی وجہ سے بدنام نہیں ہوئے؟

(iv) کیا سیاست والے علماء کرام عہدوں کے لالچ میں بدنامِ زمانہ نہیں ہوئے؟

الجواب: نہیں ایسی کوئی جماعت ہمیں نظر نہیں آتی کہ اتنے خلوص کے ساتھ اتنے بڑے اور عظیم بدعت میں مبتلا ہو۔ شیطان مسلمان کے لیے ایک بدعت کو چالو کرنے کے لیے

100 نیکیاں آسان کر دیتا ہے یعنی 100 نیکیوں کے کاموں میں رکاوٹ نہیں ڈالتا۔

i) مجاہدین کی ظلم اگر جائز طریقے سے ہو تو وہ ظلم نہیں عین حکمِ خداوندی ہے۔ جس طرح سرجن کی چھری سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے اسی طرح مجاہد کی مار و پٹائی سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور ظلم حرام ہے ہر ایک کے لیے خواہ مسلمان ہو یا کافر۔

(ii) ان منتھبین کے سعی اور کوشش سے آج علماء حق دُنیا میں موجود ہے اگر یہ نہ ہوتے۔ تو رہی سہی دین بھی اس مسلم معاشرے سے نکل جاتا۔

باقی تھوڑی غلطی ہوتی ہے لیکن اس غلطی کو ہوا دینے والے زیادہ ہوتے ہیں اس وجہ سے عالم کی تھوڑی غلطی پول کر زمین و آسمان کی خلاء اس سے بھر جاتی ہے۔

(iii) حق پیر لوگوں کو سیدھے راستے کی رہنمائی کرتے ہیں اور اپنے مریدوں سے ریاضات کرواتے ہیں تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار رہیں۔

باقی یہ پیسے اور رقم کی مریدی اور پیری یقینا ایک بڑی گمراہی ہے۔

iv) سیاست اسلام میں ایک عظیم منصب پر ہے۔ سیاست اور اسلام لازم و ملزوم ہے۔ لیکن سیاست کا مطلب عقل اور دانشمندی سوچ و عمل، موقع شناسی اور مردم شناسی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیاسی بصیرت، حضرت فاروق اعظمؓ کی سیاسی بصیرت پر اُس وقت غالب آیا جب عمرؓ نے نرمی کا مطالبہ کیا اور حضرت صدیقؓ نے 100 میں ایک فیصد نرمی نہیں کی کیونکہ انہی جگہوں میں نرمی سیاست کے خلاف ہوتی ہیں۔

یقینا ہم آج اس سیاست سے محروم ہیں اور احساسِ محرومی سے بھی محروم ہیں۔ آج ہماری سیاست گندگی کا ڈھیر ہے کیونکہ اس سیاست میں باشعور اور بے شعور کو ایک ترازوں میں تولا جاتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ ملک کا بننے والا وزیر اعظم اور ایک گداگر جو معاشرے کا ناسور ہو دونوں کا رائے ایک ہی برابر ہے تو یقینا ایسی نظام سے خیر کی توقع رکھنا بے عقلی کی انتہا ہے۔ باقی دعوت تبلیغ والی جماعات تو ۱۹۹۲ میں شروع کی گئی ایک ایسی تحریک جسکے پس پردہ کوئی عالمی قوت کارفرما ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس تحریک کے اکثر کارکنان بڑے پرخلوص ہوتے ہیں اور ان کارکنوں کو انفرادی اعمال بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن اس جماعات کی اجتماعی سوچ وعمل بڑی تباہ کن اور اسلام سے انحراف پر مبنی ہے۔

سوال 8: کیا آپ صاحب دوسرا کام بتا سکتے ہو؟ جو آج کل اسی طرح کامیابی کے ساتھ جاری ہو سکے یعنی اُمت کے اصلاح کی اگر دوسرا طریقہ تمہارے پاس موجود ہو تو عملی طور پر بتا کر پیش کریں ہم عمل کرنے کے لیے تیار ہیں؟

الجواب: اللّٰھمَ اغفِرلی وَحفِظنی

اللہ رب العزت مجھے ایسے کام سے بچائے جس کی ابتداء مجھ سے ہو اور مجھ سے پہلے کسی نہ کی ہو یقینا نبی علیہ السلام اور خیر القرون سے ملی ہوئی کام کے علاوہ مجھے کوئی کام کرنے کو نہیں آتا۔

اس طریقہ سے نہ اُمت کا اصلاح ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکے گا۔ امت کے اصلاح کے لیے جو کام ہے اُس کے لیے یہود ونصریٰ اور اُس کے متبعین حضرات تم کو نہیں چھوڑتے اور جو کام نہیں ہے اُس کی مدد کے لیے شیطان اور اس کی جماعت تیار ہیں۔

سوال 9: کیا یہ کام جہاد کی مانند نہیں ہے؟ کیا نبی علیہ السلام نے پہلے دعوت تبلیغ نہیں چلائی؟

جواب: حضرت الیاس صاحب یہ کام جہاد سے افضل سمجھتے ہیں اور تم لوگ اس کو جہاد کے مانند

سمجھتے ہو اپنے رہنماء کی ملفوظات کو بھی کبھی کبھار دیکھا کرو۔

ملفوظ نمبر 93 ص 53:

فرمایا: یہ سفر غزوات ہی کے سفر کے خصائص اپنے اندر رکھتا ہے اور اس لیے امید بھی ویسے ہی اجر کا ہے یہ اگرچہ قتال نہیں ہے۔ مگر جہاد ہی کا ایک فرد ضرور ہے۔ جو بعض حیثیات سے اگرچہ قتال سے کمتر ہے۔ لیکن بعض حیثیات سے اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ مثلاً قتال میں شفائے غیظ اور اطفائے شعلہ عضب کی صورت بھی ہے اور یہاں اللہ کیل یے صرف کظم غیظ ہے۔ اور اس کے دین کے لیے لوگوں کے قدموں میں پڑ کے اور ان کی منتیں، خوشامدیں کر کے بس ذلیل ہونا ہے۔

م نمبر 94 فرمایا: یہ تحریک درحقیقت بہت بڑے درجہ کی ریاضت ہے افسوس لوگ اس کی حقیقت کو سمجھتے نہیں۔

تو جناب صاحب یہ کام الیاسی محنت میں نبی علیہ السلام کے طرز محنت پر نہیں ہے اس وجہ سے تم لوگ اس کو جہاد اور دعوت انبیاء علیھم السلام کہہ سکتے ہو بغیر کسی دلائل اور ثبوت کے بغیر ہم اس کو صرف بدعت ہی کہہ سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

سوال 10: تم نے اس محنت و جدوجہد دین کی سخت الفاظ میں مخالفت کی ہے کیا تمہارے علاوہ بھی علماء کرام نے اس کی مخالفت کی ہے؟

جواب: مجنون کو اپنی لیلیٰ کے علاوہ دنیا میں کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ بوجہ زیادہ عشق کے تم لوگ بھی اس کے مخالفین نہیں دیکھتے۔ ہم نے اکابرین علماء دیوبند کی کتابوں میں مخالفت تبلیغ دیکھ کر مخالفت شروع کی ہم باہر سے دلائل اور نام نہیں دیتے بلکہ خود مولانا الیاس کے ملفوظات دلائل میں پیش کرتے ہیں۔

قسط نمبر 10 ملفوظ 140 ص 94:

فرمایا: اس دینی دعوت کے سلسلہ میں ہر طبقہ کے مسلمانوں سے ملنا ہوتا ہے۔ میں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ہمارے ہم عصر حضرت شیخ الہند حضرت مولنا محمود حسنؒ کے ممتاز شاگرد اور بہت بڑے عالم نے میرے بارے میں بہت ہی خراب اور بالکل ہی غلط باتیں کہی جس سے میرا دل بہت ہی دکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملفوظ بہت طویل ہے لیکن مقصد ہے کہ شیخ الہندؒ کے ممتاز شاگرد اور بڑے عالم نے حضرت الیاس صاحب کی مخالفت کی ہے۔

مفلوظ نمبر 161:

ہمارے بعض خاص حضرات (کبار علماء) اس رویہ سے ناراض ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کا خیال ہے کہ یہ طرز عمل ہمارے حضرت صاحبؒ کے طریقہ اور مزاج کے خلاف ہے۔۔۔۔۔۔۔شیخ شیخ ہی ہے خدا تو نہیں ہے۔ اسکے علاوہ مخالفین علماء دیوبند کی اتنی بڑی فہرست جسکے لیئے خود اپنی ایک کتاب کی ضرورت ہیں بقول ایک بزرگ دیوبندی عالم دین کط:۔ کہ ان لوگوں کے ہاتھوں علماً کا قتل ہوگا اج سے ۶۰ سال قبل اس عالم مرحوم کی یوقول اٗج سو فیصد صحیح ثابت ہورہی ہے۔

یعنی حضرت شیخ الہندؒ کے طرز کے خلاف کام تھا جس کی وجہ سے اکثر اعتراض ہوا لیکن اُس نے اعتراض کا جواب یو دیا جو اوپر ذکر ہے۔

آج کل جتنے بڑے علماء پاکستان اور بیرون پاکستان یعنی عالم اسلام کے سطح پر ہیں۔ اس دعوت تبلیغ میں وقت نہیں لگاتے اگر یہ انبیاء علیھم السلام کا کام ہے تو ان علماء کو وقت ضرور

لگانا چاہیئے تھا اور اگر وقت نہیں دیتے تو یہ علماء اس کام کو بدعت ہی سمجھتے ہیں۔

مکۃ المکرمہ اور مدینہ المنورہ میں بھی اس کام پر سخت پابندی ابتداء سے لے کر آج تک لگی ہوئی ہے۔ اگر چہ سنتِ نبوی ﷺ ہوتا تو تقریباً پوری صدی اس پر پابندی نہ لگتی۔ واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمیں حق حق دیکھائی دیں اور پھر اسپر عمل کرنے کی توفیق دیں۔

اور باطل باطل ہی دیکھائی دیں اور اسکی مخالفت نصیب فرما۔

اور ہمارے اللہ ہمارے ساتھ عافیت کا معاملہ نصیب فرما۔

کتاب میں غلطیوں پر معاف فرما۔

اور حق کی اتباع اور اظہار پر دنیا اور اخرت میں اجر عظیم عطا فرما امین ثم امین

یہ کامل 10 سوالات کے جوابات ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆☆